سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مع

احوال و آثار وارشادات

سیدنا امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

ازافادات

حضرت علامہ مولانا محمد نور بخش توکلی رحمۃ اللہ تعالیٰ

ناشر
دارالعلوم انجمن نعمانیہ۔ اندرون ٹکسالی گیٹ لاہور

سیدنا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مع

احوال و آثار و ارشادات

سیدنا امیر المومنین

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

از افادات

حضرت علامہ مولانا محمد نور بخش توکلی رحمۃ اللہ تعالیٰ

ناشر
دار العلوم انجمن نعمانیہ۔ اندرون ٹکسالی گیٹ لاہور



نام مضامین .... سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع

احوال و آثار و ارشادات

سیدنا امیر المؤمنین ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مآخذ .... تذکرہ مشائخ نقشبند

از افادات .... حضرت علامہ مولانا پروفیسر محمد نور بخش

حنفی، نقشبندی، توکلی رحمہ اللہ تعالیٰ

تصحیح و ترتیب نو .... حافظ محمد شاہد اقبال (دار العلوم انجمن نعمانیہ، لاہور)

سن اشاعت .... جمادی الاخریٰ ۱۴۳۰ھ، جون ۲۰۰۹ء

صفحات ۴۰

ہدیہ .... دعائے خیر

ملنے کا پتہ

تنظیم نوجوانان اہلسنت جامع مسجد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

بازار حکیماں اندرون بھاٹی گیٹ لاہور



حضرت علامہ مولانا پروفیسر محمد نور بخش توکلی علیہ الرحمۃ

حافظ محمد شاہد اقبال (مدرس دار العلوم انجمن نعمانیہ)

ولادت:

حضرت علامہ مولانا پروفیسر محمد نور بخش توکلی علیہ الرحمۃ ۱۲ ربیع الاوّل ۱۲۸۸ھ جون ۱۸۷۱ء بروز جمعۃ المبارک چک قاضیاں، ضلع لدھیانہ (مشرقی پنجاب) ہندوستان میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی میاں شادی شاہ صاحب ایک صوفی منش، زراعت پیشہ انسان تھے اور حضرت خواجہ عبد الخالق جہاں خیلاں نقشبندی علیہ الرحمۃ کے مرید خاص تھے۔

تعلیم و تربیت:

حضرت علامہ توکلی علیہ الرحمۃ نے ابتدائی تعلیم اپنے مقامی سکول و مدرسہ میں حاصل کی۔ سکول میں اپنی خداداد صلاحیت و ذہانت، محنت اور شرافت کی وجہ سے مقبول تھے۔ مقامی سکول و کالج اور مدارس سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں داخل ہوئے اور ایم اے عربی میں نمایاں اور امتیازی حیثیت سے کامیابی حاصل کی۔ تعلیم کے دوران آپ تنظیمی و تحریکی سرگرمیوں میں بھی حصہ لیتے رہے۔ آپ کے نواسے جناب سراج الدین صاحب (ساکن ڈیفنس، لاہور) کے بقول کہ حضرت توکلی علیہ الرحمۃ علی گڑھ مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے سیکرٹری جنرل بھی رہے۔ آپ ضلع لدھیانہ میں پہلے مسلمان تھے جنہوں نے ایم اے پاس کیا تھا۔

بیعت و خلافت:

ان دنوں انبالہ میں حضرت سائیں توکل شاہ انبالوی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کا آستانہ روحانی فیوض و برکات کا مرکز تھا۔ آپ آستانہ توکلیہ پر حاضر ہوئے تو حضرت شیخ نے پوچھا کہ آپ کے والد کس

آستانہ سے عقیدت وارادت رکھتے ہیں؟ جب آپ نے بتایا کہ حضرت خواجہ عبدالخالق جہاں خیلاں نقشبندی علیہ الرحمۃ کے مرید ہیں، تو شیخ نے فرمایا: آجاؤ! یہ تمہارا اپنا ہی گھر ہے اور مجھے فوراً بیعت کر لیا۔ اس طرح آپ پر نور وعرفان اور فیوض و برکات کے دروازے کھل گئے۔ شیخ طریقت نے ۱۳۱۵ھ، ۱۸۹۷ء میں سند خلافت واجازت سے سرفراز فرمایا۔ اسی وجہ سے آپ اپنے نام کے ساتھ توکلی لکھا کرتے تھے۔

مرشد گرامی حضرت سائیں توکل شاہ انبالوی علیہ الرحمۃ کے وصال کے بعد آپ اپنے استاذ گرامی حضرت علامہ مولانا محمد مشتاق احمد انبیٹھوی ثم لدھیانوی سے سلسلہ عالیہ صابریہ چشتیہ میں سند خلافت واجازت سے بھی فیض یاب ہوئے۔ حضرت مولانا مشتاق احمد انبیٹھوی جلیل القدر عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ عظیم مبلغ و مصلح اور شیخ طریقت بھی تھے۔ حضرت مولانا محمد نور بخش توکلی علیہ الرحمۃ کو اپنے استاذ و شیخ سے قلبی لگاؤ تھا۔ آپ نے اپنے استاذ حضرت انبیٹھوی علیہ الرحمۃ کی کچھ کتابوں کے تراجم وحواشی لکھ کر دارالعلوم انجمن نعمانیہ لاہور کی طرف سے چھپوانے کا اہتمام وانتظام بھی کیا۔

دینی حمیت:

آپ کے نواسے جناب سراج الدین صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضرت توکلی صاحب علیہ الرحمۃ نے ایم اے پاس کرنے کے بعد گورنمنٹ آف انڈیا کے محکمہ آثار قدیمہ میں پہلی بار ملازمت اختیار کی۔ دوران ملازمت جب بھی ظہر کی نماز کا وقت آتا تو آپ بڑے اہتمام کے ساتھ ظہر کی نماز ادا فرماتے۔ محکمہ میں غیر مسلم ہندو اور دیگر مذاہب کے ملازمین نے اعتراض کیا کہ گورنمنٹ کی ملازمت کے وقت میں مولانا توکلی صاحب اپنی عبادت یعنی نماز ظہر ادا کرتے ہیں، انہیں اس کی اجازت نہیں ہونی چاہیے۔ ایک ملازم نے آپ کے خلاف محکمہ آثار قدیمہ کے انگریز ایڈمنسٹریٹر کے پاس درخواست بھی دی کہ مولانا توکلی (علیہ الرحمۃ) کو دوران ملازمت نماز وعبادت سے روکا جائے۔ آپ علیہ الرحمۃ کو جب علم ہوا تو آپ نے انگریز ایڈمنسٹریٹر کے بلانے سے پہلے ہی ملازمت سے اپنا استعفیٰ پیش کر دیا۔ انگریز آفیسر کے اصرار کے باوجود کہ آپ اپنا استعفیٰ واپس لیں اور میں نے ان کی اس شکایت کا کوئی نوٹس نہیں لیا۔ آپ اپنا استعفیٰ واپس لینے پر رضامند نہ ہوئے اور بالآخر ملازمت ترک کر دی۔

امرتسر اور گورنمنٹ کالج لاہور میں پروفیسر:

۱۸۹۶ء میں آپ میونسپل کالج امرتسر میں عربی کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ اس کے باوجود علم دین سے اس قدر شغف تھا کہ حضرت مولانا غلام رسول قاسمی، کشمیری، امرتسری (م ۱۹۰۶ء) المعروف رسل بابا کے حلقۂ درس میں شامل ہوتے اور طلباء کے ساتھ چٹائی پر بیٹھ کر فقہ، حدیث، تفسیر اور دیگر علوم وفنون کا درس حاصل کیا کرتے تھے۔

غالباً ۱۹۱۲ء کے آخر یا ۱۹۱۳ء کے شروع میں گورنمنٹ کالج لاہور میں عربی کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ اس دوران آپ دینی وعلمی مجالس میں سرگرمی سے حصہ لیتے تھے۔

دارالعلوم انجمن نعمانیہ لاہور کے ساتھ وابستگی:

جس وقت پنجاب میں سکھوں کی حکومت تھی۔ انگریز نے اپنی انصاف پسندی اور علم پروری کے دعوؤں کے باوجود مسلمانوں کے اسلامی تشخص، تہذیب وتمدن اور دینی علوم پر کڑی نظر رکھی تھی۔ خصوصاً علماء ومشائخ اور دینی مدارس وخانقاہوں کو ظلم وستم کا نشانہ بنایا اور مسلمانوں کے دلوں سے رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ سلم سے عشق ومحبت کے مٹانے کے منصوبے بنائے جانے لگے تو محبت دینی اور غیرت ایمانی سے سرشار علماء ومشائخ اور سرکردہ مسلمانوں نے کفار اور یہود وہنود کے اسلام دشمن عزائم کو ناکام بنانے کے لیے دینی کاموں کا آغاز کیا۔

شہر لاہور میں چند اہل درد، علم دوست اور دین سے محبت رکھنے والے بزرگوں نے ۱۳۰۵ھ، ۱۸۸۷ء میں برصغیر پاک وہند کی قدیمی دینی، اسلامی درسگاہ دارالعلوم انجمن نعمانیہ لاہور کی تاریخی عالمگیری بادشاہی مسجد لاہور میں بنیاد رکھی۔ مسجد کے وسیع وعریض صحن اور برامدوں میں درس نظامی اور حفظ وقرأت کی کلاسوں کا آغاز کیا۔ اس دارالعلوم کو ایسے جلیل القدر اور جید نابغۂ روزگار علماء کرام کی ایک جماعت میسر آگئی، جن کی شبانہ روز کاوش سے تشنگان علوم اسلامیہ ادھر متوجہ ہوئے اور تھوڑے ہی عرصہ میں دارالعلوم کی حسن کارکردگی کا چرچا سارے ہندوستان میں پھیل گیا۔

ان علماء کرام میں ایک نام حضرت علامہ مولانا پروفیسر محمد نور بخش توکلی رحمہ اللہ تعالیٰ کا بھی ہے۔ آپ گورنمنٹ کالج لاہور میں پروفیسر مقرر ہونے کے ساتھ ہی دارالعلوم انجمن نعمانیہ لاہور کے ساتھ

وابستہ ہو گئے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں آپ اپنی قابلیت اور علمی ذوق وشوق کی وجہ سے دارالعلوم کے علمی وتحقیقی مجلہ کے مدیر مقرر ہوئے اور کئی سال تک آپ کی زیرِ سرپرستی دارالعلوم کا ماہنامہ جاری ہوتا رہا، بعد میں آپ انجمن ہذا کے ناظم تعلیم بھی مقرر ہوئے۔

چک قاضیاں میں مدرسہ اسلامیہ توکلیہ کی بنیاد:

آپ نے اپنے گاؤں چک قاضیاں، ضلع لدھیانہ میں ۱۹۲۶ء میں ایک مسجد اور مدرسہ اسلامیہ توکلیہ کی بنیاد رکھی۔ مسجد اور مدرسہ بنانے کے لیے آپ نے اپنی جیب خاص سے بغیر کسی کی مالی معاونت کے زمین خریدی اور مسجد ومدرسہ کی تعمیر کی۔ اس دور میں انگریزی سرکار بی۔اے پاس اہل علم کو اپنا ہمنوا بنانے کے لیے جاگیریں اور مال ودولت دیتی تھی۔ آپ کو بھی پیش کش ہوئی مگر آپ نے ٹھکرادی اور جاگیر ودولت لینے سے انکار کردیا۔ آپ کے قائم کردہ مدرسہ اسلامیہ توکلیہ سے علاقہ کے کثیر تعداد میں طلباء مستفید ومستفیض ہوتے تھے۔

کتب خانہ:

آپ نے اپنے گاؤں چک قاضیاں میں اپنا بہت بڑا کتب خانہ بنایا ہوا تھا۔ پاکستان بننے کے بعد آپ کا کتب خانہ جلا دیا گیا۔ جناب سراج الدین چوہدری صاحب بیان کرتے ہیں کہ ہم ۷ ستمبر ۱۹۴۷ء کو ہجرت کر کے براستہ لاہور فیصل آباد پہنچے، تو ایک دن حضرت نے مراقبے کی حالت میں اپنا کتب خانہ جلا ہوا دیکھا، تو میرے والد گرامی چوہدری محمد سلیمان ایڈووکیٹ کو فرمایا: کہ گاؤں کے سکھ نمبردار کو تار بھیج کر پوچھو کہ تم نے تو کہا تھا کہ ہم تمہارے مال واسباب، گاؤں کے مکانات اور کتب خانہ کی حفاظت کریں گے تو یہ کتبخانہ کس نے جلایا ہے؟ اس سکھ سردار نے جواباً تار بھیجا اور نہایت دکھ اور افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ واقعہ بالکل درست ہے مگر کتب خانہ جلانے میں ہمارے گاؤں کے لوگ ملوث نہیں۔ بلوائیوں اور حملہ آوروں کا ایک ٹولہ باہر سے آیا، اور انہوں نے یہ حرکت کی ہے۔ آپ پہلے ہی خاموش طبع تھے، اس واقعہ اور صدمہ کے بعد آپ نے بالکل ہی خاموشی اختیار کرلی۔

تصنیف وتالیف:

حضرت مولانا محمد نور بخش توکلی علیہ الرحمۃ تحریر وتصنیف کی ضرورت واہمیت سے بھی پوری طرح

آگاہ تھے۔ قدرت نے انہیں وسیع معلومات، قوت استدلال اور عام فہم انداز میں تحریر کا ملکہ عطا فرمایا ہوا تھا۔ دارالعلوم انجمن نعمانیہ لاہور کے ماہناموں میں آپ کے اکثر وبیشتر علمی وتحقیقی مضامین شائع ہوتے تھے۔ آپ کی علمی اور تحریری کاوشوں کا سلسلہ کافی طویل ہے۔ چند کتب کا تعارف نظر قارئین ہے۔

(۱) **سیرت رسول عربی**: رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ پر جیسا کہ نام سے ظاہر ہے، نہایت عمدہ، مشہور زمانہ اور شہرہ آفاق کتاب ہے۔ اہل سنت وجماعت کے عقائد ونظریات کی صحیح ترجمانی کرتے ہوئے عام اور سادہ انداز میں آپ نے یہ کتاب تصنیف کی ہے۔ اردو زبان میں سیرت طیبہ پر لکھی جانے والی کتابوں میں مختصر اور مدلل ہونے کے ساتھ ساتھ اہل سنت وجماعت کے معیار وعقائد پر پورا اترنے والی اس سے بہتر اور کوئی کتاب نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عوام وخواص میں یکساں مقبول ہے اور تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان کے طلباء وطالبات کے نصاب میں موجود ہے۔

(۲) مولود برزنجی (۳) عید میلاد النبی ﷺ (۴) معجزات النبی ﷺ (۵) حلیۃ النبی ﷺ (۶) اور غزوات النبی ﷺ حضرت توکلی علیہ الرحمۃ نے میلاد النبی ﷺ کے پیغام کو عام کرنے کے لیے یہ کتابیں تصنیف فرمائیں اور دارالعلوم انجمن نعمانیہ کے شعبۂ نشر واشاعت کی طرف سے چھپوا کر تقسیم کیں۔

(۷) عقائد نامہ مرتبہ علماء دارالعلوم انجمن نعمانیہ تصحیح وتوثیق شدہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ کو از سرنو ترتیب دے کر آسان انداز میں ۱۳۴۵ھ میں دوبارہ شائع کیا (۸) اعجاز القرآن (۹) مقدمۃ التفسیر اور (۱۰) سورۃ فاتحہ وبقرہ کی ابتدائی آیات کی تفسیر پر مشتمل رسائل لکھے۔ سورۃ فاتحہ وبقرہ کی ابتدائی آیات کی تفسیر ام الکتاب کے نام سے چھپ چکی ہے۔ (۱۱) سرگزشت ابن تیمیہ (۱۲) قصیدہ بردہ شریف کی عربی شرح ۲۴۸ صفحات (۱۳) اور پھر اس کا اردو ترجمہ کر کے مسلمانوں کے فائدہ کے لیے دارالعلوم انجمن نعمانیہ کی طرف سے چھپوا کر تقسیم کیا۔ (۱۴) سیرت غوث اعظم (۱۵) تذکرہ غوث اعظم (۱۶) تذکرہ مشائخ نقشبند (۱۷) تحفۂ شیعہ دوضخیم جلدوں میں (۱۸) الاقوال الصحیحہ فی جواب الجرح علی ابی حنیفہ (۱۹) رسالۂ نور (۲۰) امام بخاری شافعی (۲۱) ہدیہ

یوسفیہ (۲۲) التحفۃ الابراھیمیہ فی اعفاء اللحیہ (۲۳) ترجمہ وحواشی رسالہ تحقیق المرام فی منع القراءۃ خلف الامام (۲۴) مصابیح الظلام فی جواب ینابیع الاسلام (فارسی زبان میں) (۲۵) کتاب نور ہدایت (۲۶) گلشن اخلاق (۲۷) اردو کا قاعدہ (۲۸) رسالہ تصوف اور رہبانیت (۲۹) صحیح بخاری اور بندروں کی کہانی (۳۰) سیرت حسن ترجمہ تاریخ گبن (۳۱) الرسالۃ الجلیۃ فی اثبات الوسیلہ (۳۲) افضل المقال فی رد علی الرافضی الضال (۳۳) ابوحنیفہ (۳۴) شرح ہدایہ (۳۵) عقائد اہل سنت وجماعت (۳۶) البرزخ (۳۷) اتمام الحجۃ علی منکر السنۃ (سنت رسول کی ضرورت)

ان کتب ورسائل کے علاوہ حضرت توکلی علیہ الرحمۃ نے بیشمار علمی تحقیقی مضامین لکھے ہیں جو دارالعلوم انجمن نعمانیہ کے ماہناموں میں چھپتے رہے ہیں۔

زیر نظر دونوں مضامین سیدنا ومولانا محمد مصطفی ﷺ اور حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی مشہور زمانہ کتاب تذکرہ مشائخ نقشبند سے لیے گئے ہیں۔ سرکار نبی کریم ﷺ کے اخلاق کریمانہ کے چند واقعات اور حضرت سیدنا خلیفۂ اول بلافصل ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی کے محبت وعقیدت رسول اور جاںنثاری کے چند انمول اور قابل تقلید واتباع واقعات علیحدہ کتابچہ کی صورت میں چھپوا کر جناب سراج الدین چوہدری صاحب کی طرف سے تقسیم کیے جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے اس صدقۂ جاریہ کو قبول فرمائے۔ آمین!

وصال ومزار:

قیام پاکستان کے بعد آپ لائلپور (فیصل آباد) منتقل ہوگئے۔ اپنی عمر کے آخری ایام میں بھی آپ نے سلسلۂ تصنیف جاری رکھا۔ سورۃ فاتحہ کی تفسیر کے بعد سورۃ البقرہ کی تفسیر کے چند رکوع ہی لکھے تھے کہ ۲۴ مارچ ۱۹۴۸ء کو آپ کا وصال ہوگیا اور اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔ ﴿انا للہ وانا الیہ راجعون﴾ آپ کی وصیت کے مطابق فیصل آباد میں حضرت نور شاہ ولی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف کے احاطہ میں آپ کو دفن کیا گیا۔ آپ کے برادر نسبتی چوہدری محمد سلیمان صاحب ایڈووکیٹ نے آپ کا خوبصورت مزار تعمیر کروایا۔



بسم اللہ الرحمن الرحیم

سیدنا ومولانا محمد مصطفی ﷺ

حضور امام اولیاء، سرور انبیاء، باعثِ ایجاد عالم، فخر موجودات، محبوب رب العالمین، رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین، منبع فیض انبیاء ومرسلین، معدن علوم اولین وآخرین، واسطہ ہر فضل وکمال، مظہر ہر حسن وجمال اور خلیفۂ مطلق ونائب کل حضرت باری تعالیٰ عز اسمہ کے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے آپ کے نور کو پیدا کیا۔ پھر اُسی نور کو واسطۂ خلق عالم ٹھہرایا۔ عالم ارواح ہی میں اُس نور کو خلعت نبوت سے سرفراز فرمایا۔ اُسی عالم میں دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کی روحوں سے عہد لیا گیا کہ اگر وہ حضور اقدس ﷺ کے زمانہ کو پائیں۔ تو ان پر ایمان لائیں اور ان کی مدد کریں۔ جیسا کہ ﴿وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ﴾ الآیۃ میں مذکور ہے۔ اسی واسطے تمام انبیائے کرام علیہم السلام اپنی اپنی امتوں کو حضور کی آمد کی بشارت دیتے رہے ہیں۔

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا۔ تو اپنے حبیب پاک ﷺ کا نور ان کی پشت مبارک میں بطور ودیعت رکھا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے وہ نور حضرت حواء کے رحم پاک میں منتقل ہوا۔ پھر حضرت حواء سے حضرت شیث علیہ السلام کی پشت میں منتقل ہوا۔ اس طرح یہ نور انور پاک پشتوں سے پاک رحموں کی طرف منتقل ہوتا ہوا حضور اکرم ﷺ کے والد ماجد حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پشت مبارک میں منتقل ہوا اور حضرت عبداللہ سے حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن مبارک میں منتقل ہوا۔

اسی نور کی برکت سے حضرت آدم علیہ السلام مسجودِ ملائک بنے اور اسی نور کے وسیلہ سے ان کی توبہ قبول ہوئی۔ اسی نور کی برکت سے حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی غرق ہونے سے بچی۔ اسی نور کی برکت سے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آتش نمرود گلزار ہوگئی اور اسی نور کی برکت سے حضرات انبیاء سابقین علیہم السلام پر اللہ تعالیٰ کی عنایات بے غایت ہوئیں۔ حضور نبی کریم ﷺ اپنی والدہ ماجدہ کے بطن مبارک میں ہی تھے کہ آپ کے والد حضرت عبداللہ نے انتقال فرمایا۔

آپ کا تولّد شریف سال فیل میں ۵۷۱ء میں ہوا۔ اصحاب فیل کا قصہ بقول جمہور نصف ماہ محرم میں تولّد شریف سے ۵۵ روز پہلے وقوع میں آیا۔ تولد شریف کے وقت آپ کے ساتھ ایسا نور نکلا کہ مکہ مشرفہ کے رہنے والوں کو ملک شام کے قیصری محل نظر آ گئے۔ اور دیگر خوارق مثلاً ایوان کسریٰ کے چودہ کنگروں کا گر پڑنا۔ آتش فارس کا بُجھ جانا، بحیرہ ساوہ کا خشک ہو جانا اور وادی سماوہ کی ندی کا لبالب بہنا وغیرہ وقوع میں آئے۔

سب سے پہلے آپ کو آپ کی والدہ ماجدہ نے کئی دن دودھ پلایا۔ پھر آپ نے چند روز ابولہب کی آزاد کی ہوئی لونڈی ثوبیہ کا دودھ پیا۔ بعد ازاں حلیمہ سعدیہ آپ کو اپنے قبیلہ میں لے گئیں۔ وہیں پہلی بار حضور ﷺ کا شق صدر ہوا۔ دوسرا شق صدر دس برس کی عمر شریف میں اور تیسرا غار حراء میں بعثت کے وقت اور چوتھا شب معراج میں ہوا۔ جب آپ کی عمر شریف چھ سال کی ہوئی تو آپ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ نے بھی وفات پائی۔ پھر حضور ﷺ اپنے چچا ابو طالب کے ہاں پرورش پاتے رہے۔ بارہ سال کی عمر شریف میں آپ ابو طالب کے ساتھ ملک شام کو تشریف لے گئے۔ اس سفر میں بحیرا راہب نے آپ کو دیکھ کر کہا کہ یہ رسول رب العالمین ہیں۔ چودہ سال کی عمر میں آپ نے اپنے چچاؤں کے ساتھ حرب فجار میں شرکت فرمائی۔ پچیس سال کی عمر شریف میں آپ حضرت خدیجہ کی طرف سے بغرض تجارت شام کو تشریف لے گئے۔ اس سفر میں نسطورا راہب نے آپ کی نسبت کہا کہ یہ آخر الانبیاء ہیں۔ اس سفر سے واپسی کے قریباً تین ماہ بعد حضور ﷺ کا نکاح حضرت خدیجہ سے ہوگیا۔ جب آپ کی عمر شریف ۳۵ سال کی

ہوئی تو قریش نے عمارت کعبہ کو از سرِ نو بنایا۔ اس تعمیر میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی شریک تھے اور اپنے چچا حضرت عباس کے ساتھ کندھے پر پتھر اٹھا کر لا رہے تھے۔

جب عمر مبارک چالیس سال کی ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو منصب نبوت عطا فرمایا۔ چنانچہ آپ خفیہ طور پر بعضے لوگوں کو دعوت اسلام دینے لگے۔ اس دعوت پر کئی مرد و زن آپ پر ایمان لائے۔ چنانچہ مردوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے حضرت ابوبکرؓ لڑکوں میں سے حضرت علیؓ، عورتوں میں سے حضرت خدیجہؓ آزاد کیے ہوئے غلاموں میں سے حضرت زید بن حارثہ اور غلاموں میں حضرت بلال ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

خفیہ دعوت کے تین سال بعد اعلان دعوت کا حکم آیا، تبلیغ علی الاعلان پر قریش برافروختہ ہوگئے اور آپ کو اور آپ کے اصحاب کو اذیت دیتے رہے۔ نبوت کے پانچویں سال حضور ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ تم سے جو چاہیں ہجرت کر کے حبشہ چلے جائیں۔ چنانچہ پہلی پہلے گیارہ مرد اور چار عورتوں نے ہجرت کی۔

نبوت کے چھٹے سال حضرت حمزہ ایمان لائے اور ان کے تین دن بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی مشرف باسلام ہوئے۔ اسلام کی ترقی پر قریش مسلمانوں کو اور ایذا دینے لگے۔ اس لیے ۸۳ مرد اور ۱۸ عورتوں نے دوسری بار حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ قریش نے نجاشی کے پاس اپنی سفارت بھیجی کہ مہاجرین کو واپس کر دو۔ مگر وہ سفارت بے نیل و مرام واپس آئی۔ اس لیے قریش نے اب بالاتفاق یہ قرار دیا کہ حضرت محمد ﷺ کو علانیہ قتل کر دیا جائے۔ بنو ہاشم و بنو مطلب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بغرض حفاظت شعب ابی طالب میں لے گئے۔ اس پر قریش نے بنو ہاشم و بنو مطلب سے مقاطعہ کر دیا۔ تاکہ تنگ آ کر حضور کو ان کے حوالہ کر دیں اور اس بارے میں ایک تحریری معاہدہ لکھ کر خانۂ کعبہ کی چھت پر لٹکا دیا۔ قریش نے نہایت سختی سے معاہدہ کی پابندی کی۔ تین سال کے بعد حضور ﷺ نے خبر دی کہ اس معاہدہ کو دیمک چاٹ گئی ہے اور سوائے اللہ کے نام کے کچھ نہیں چھوڑا۔ جب معاہدہ کو دیکھا گیا تو حضور ﷺ کا ارشاد صحیح نکلا۔ مگر مخالفین

بجائے روبراہ ہونے کے اور درپے ایذاء ہوگئے۔ ماہ رمضان ۱۰ھ نبوت میں ابو طالب کا انتقال ہوگیا اور اس کے تین دن بعد حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے بھی انتقال فرمایا۔ حضور علیہ السلام نے پریشانی کی حالت میں طائف کا سفر کیا' مگر اشراف ثقیف نے آپ کی دعوت کو بُری طرح سے جواب دیا اور واپسی پر اس قدر پتھر برسائے کہ نعلین خون آلود ہوگئیں۔

آپ کی عادت شریفہ تھی کہ ہر سال موسم حج میں تمام قبائل عرب کو جو مکہ اور نواح میں موجود ہوتے دعوت اسلام دیا کرتے تھے اور میلوں میں بھی اسی غرض سے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ نبوت کے گیارھویں سال آپ نے حسب عادت منیٰ میں عقبہ کے نزدیک جہاں اب مسجد عقبہ ہے۔ قبیلہ خزرج کے چھ آدمیوں کو دعوت اسلام دی۔ وہ مسلمان ہوگئے۔ انہوں نے مدینہ میں اپنے بھائیوں کو اسلام کی دعوت دی۔ اس لیے آئندہ سال بارہ مرد ایام حج میں مکہ میں آئے اور حضور ﷺ کے دست مبارک پر بیعت ہوئے۔ بقول مشہور اسی سال ماہ رجب کی ستائیسویں رات حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کو حالت بیداری میں جسد شریف کے ساتھ معراج ہوا اور پانچ نمازیں فرض ہوئیں۔ نبوت کے تیرھویں سال انصار میں سے ۷۳ مرد اور عورتوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کی۔ قریش کی ایذاءرسانی سے اب مسلمانوں کا قیام مکہ میں دشوار ہوگیا۔ اس لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اجازت سے صحابہ کرام متفرق طور پر رفتہ رفتہ چوری چھپے ہجرت کر کے مدینہ پہنچ گئے اور مکہ میں حضور ﷺ کے علاوہ حضرت ابوبکر و علی اور کچھ بیمار و عاجز صحابہ رہ گئے۔

قریش نے جب دیکھا کہ آنحضرت ﷺ کے مددگار مکہ سے باہر مدینہ میں بھی ہوگئے ہیں۔ تو وہ دوڑے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ بھی وہاں چلے جائیں اور اپنے مددگاروں کو ساتھ لے کر مکہ پر حملہ آور ہوں۔ اس لیے انہوں نے دارالندوہ میں جمع ہو کر شیخ نجدی کے مشورہ سے یہ قرار دیا کہ رات کو حضور ﷺ کو قتل کر دیا جائے۔ حضور کو بذریعہ وحی خبر ہوگئی۔ کفار نے حسب قرارداد رات ہوتے ہی حضور ﷺ کے دولتخانہ کو گھیر لیا۔ آپ نے حضرت علی کو اپنے بستر پر چھوڑا اور ایک مشت خاک لے کر سورۂ یٰس شریف کی شروع کی آیات پڑھ کر کفار پر پھینک دی۔ کفار کو کچھ نظر نہ آیا

اور آپ وہاں سے نکل کر حضرت صدیق اکبر کو ساتھ لے کر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ تین رات غار ثور میں رہے۔ قدید کے قریب سُراقہ بن جُعشم آپ کے تعاقب میں آیا۔ آپ کی دعا سے اُس کا گھوڑا زمین میں دھنس گیا اور وہ معافی مانگ کر واپس چلا گیا۔ قدید ہی میں حضور اکرم ﷺ کا گزر ام معبد کے خیمہ پر ہوا۔

رسول اللہ ﷺ قباء میں ۱۲ ربیع الاول دوشنبہ کے دن پہنچے۔ یہی تاریخ اسلامی کی ابتداء ہے۔ آپ نے قباء میں مسجد قباء کی بنیاد ڈالی۔ جس کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے۔ مدینہ میں آپ کی تشریف آوری سے مسلمانوں کو جو خوشی ہوئی، وہ بیان نہیں ہوسکتی۔ آپ نے حضرت ابو ایوب انصاری کے مکان پر قیام فرمایا۔ اس سال مسجد نبوی ازواج مطہرات کے لیے حُجرے اور مہاجرین کے لیے مکانات بن کر تیار ہوگئے۔ اذان مشروع ہوگئی۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے اصحاب کے درمیان مواخات کرائی۔

ہجرت کے دوسرے سال قبلۂ نماز بجائے بیت المقدس کے کعبہ شریف ہوگیا۔ رمضان شریف کے روزے فرض ہوگئے اور غزوات و سرایا کا آغاز ہوا۔ غزوات تعداد میں ۲۷ ہیں اور سرایا ۴۷۔ بڑے بڑے غزوات جن کا ذکر قرآن مجید میں ہے سات ہیں۔ بدر' اُحد' خندق' مصطلق' خیبر' فتح مکہ' حنین' طائف۔ غزوات میں سب سے اخیر غزوہ تبوک ماہ رجب ۹ھ میں تھا۔

ہجرت کے ساتویں سال کے شروع میں آنحضرت ﷺ نے والیان ملک (قیصر و کسریٰ ونجاشی وغیرہ) کے نام دعوت اسلام کے خطوط روانہ فرمائے۔ اور ۹ھ میں غزوۂ تبوک سے واپسی پر مسجد ضرار جو منافقین نے مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کے لیے بنائی تھی' آپ کے حکم سے جلا دی گئی۔ اسی سال وفود عرب دربار رسالت میں اس کثرت سے حاضر ہوئے کہ اِسے سال وفود کہا جاتا ہے۔ یہ وفود بالعموم نعمت ایمان سے مالا مال ہو کر واپس گئے۔ ۱۰ھ میں وفود عرب خدمت اقدس میں حاضر ہوتے رہے۔ اہل یمن وملوک حِمیَر ایمان لائے اور رسول اللہ ﷺ نے آخری حج کیا، جسے حجۃ الوداع کہتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ کی بعثت کے وقت تمام دنیا بالخصوص عرب پر حد سے زیادہ جہالت وگمراہی چھائی ہوئی تھی۔ ان کی اخلاقی ومذہبی پستی حد غایت کو پہنچی ہوئی تھی۔ موافق ومخالف سب کو معلوم ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اُمّی تھے، اُمیوں میں آپ نے پرورش پائی۔ کسی سے تعلیم وتلمّذ نہ کیا اور نہ ہی لکھنا پڑھنا سیکھا۔ مگر آپ نے بتعلیم الٰہی اپنے اصحاب کرام کو وہ تعلیم روحانی دی کہ وہ معارف ربانی کے عارف اور اسرار فرقانی کے ماہر بن گئے۔ جس کسی نے دولت ایمان سے سرفراز ہو کر کچھ وقت بھی شرف ملازمت کرلیا، وہی عالم ربانی اور عارف یزدانی بن گیا۔ آپ کی صحبت میں صحابۂ کرام میں سے ہر ایک کو نسبت خاصہ اور قوت قدسیہ مبدأ فیاض سے عطا کی گئی۔ قصہ کوتاہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام کو اسلام وایمان اور احسان سے مالا مال کر کے اور سچے دین کے ظاہری وباطنی علوم سکھا کر ماہ ربیع الاول ۱۱ھ میں دوشنبہ کے دن الرفیق الاعلیٰ پکارتے ہوئے اعلیٰ علیین قرب رب العالمین میں جا سدھارے ﴿علیہ وعلیٰ الہ واصحابہ افضل الصلوات واکمل التحیات﴾ مگر حضور سراپا نور رحمۃ للعالمین اور حیات النبی ہیں۔

قیامت تک حضور کی امت مرحومہ کو حضور سے وہی فیضان بواسطۂ خواص اُمت علمائے کرام وصوفیہ عظام پہنچتا تھا۔ حضور کی امت میں وقتاً فوقتاً اولیاء وصلحاء پیدا ہوتے رہیں گے، جو امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ کو علوم ظاہری وباطنی کے فیضان سے مالا مال کرتے رہیں گے اور ان اولیائے کرام کے ذریعے حضور ختم المرسلین رحمۃ للعالمین ﷺ کی نبوت کی تصدیق ہوتی رہے گی۔ چنانچہ حضرت امام وقت سیدنا مخدوم علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کشف المحجوب میں یوں فرماتے ہیں۔

"خداوند تعالیٰ برہان نبوی را تا امروز باقی گردانیدہ است واولیاء را سبب اظہار آں کردہ۔ تا پیوستہ آیاتِ حق وحجت صدق سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ ظاہر مے باشند، ومر ایشاں را والیانِ عالم گردانیدہ تا مجرم وے گشتہ اند وراہ متابعت را در نوشتہ، از آسمان باراں برکت اقدام ایشاں آید، واز زمین نباتات ببرکات صفائی احوال ایشاں روید"



"حقیقت محمدیہ کا تعلق جس طرح ذات رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حیات میں تھا، بعینہٖ وہی تعلق اب بعد وصال بھی بدن مبارک کے ساتھ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے دین کو کوئی نہیں بدل سکتا اور جس طرح حضور پرنور ﷺ کی حیات میں آپ کے تصرفات جاری تھے، ویسے ہی اب بھی جاری ہیں۔ یہی معنی ہیں حیات النبی ہونے کے اور اسی وجہ سے قطب، غوث، ابدال واوتاد وغیرہ رسول اللہ ﷺ کی امت میں ہوتے رہیں گے۔" (ذکر خیر)

فقیر توکلی نے یہاں بطور تبرک حضور اقدس ﷺ کے عہد مبارک کے چند بڑے بڑے واقعات کی نہایت مختصر سی فہرست پیش کر دی ہے۔ ان واقعات کی تفصیل اور حضور انور ﷺ کے خلق عظیم وحلیہ شریف ومعجزات ومناقب وخصائص اور اُمت پر حضور کے حقوق وغیرہ کے بیان کے لیے ایک علیحدہ کتاب موسوم بہ "سیرتِ رسول عربی" ﷺ لکھی گئی ہے۔ جو چھپ چکی ہے اُس کا مطالعہ مسلمانوں کے ہر طبقہ کے لیے ضروریات سے ہے۔

ارشادات قدسیہ

حضور اقدس ﷺ کے ارشادات قدسیہ کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کے متعلق آپ کے ارشادات قدسیہ نہ پائے جاتے ہوں۔ نظر بر مضمونِ کتاب بغرض ترغیب اربعین صوفیہ اس کتاب کے اخیر میں درج ہیں ﴿اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاَصْحَابِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاَهْلِ بَيْتِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّذُرِّيَّةِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاَتْبَاعِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ﴾





حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کا اسم گرامی عبداللہ اور آپ کے والد بزرگوار کا نام مبارک ابوقحافہ عثمان تھا۔ صدیق اور عتیق آپ کے لقب ہیں۔ آپ کی پیدائش رسول اللہ ﷺ کے تولد شریف سے دو سال اور کچھ مہینے بعد ہوئی۔ آپ رسول اللہ ﷺ کے خاندان سے مرّہ بن کعب میں ملتے ہیں۔ مرّہ اور حضرت ابوبکر صدیق میں چھ واسطے ہیں۔ اسی طرح مرّہ اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان چھ واسطے ہیں۔ آپ زمانہ جاہلیت میں رؤسائے قریش میں سے تھے اور سب سے بڑھ کر عالم انساب تھے۔ منصبِ دیات آپ کے متعلق تھا۔

فضائل ومناقب

مَردوں میں آپ سب سے پہلے ایمان لائے۔ اسلام لاتے ہی آپ نے تبلیغ کا کام شروع کر دیا۔ چنانچہ حضرات عشرہ مبشرہ میں سے عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، عثمان بن عفان، زبیر بن العوام اور طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ ہی کی دعوت سے مشرف باسلام ہوئے۔ صحابۂ کرام میں آپ کے لیے خصوصیت یہ تھی کہ آپ کے والد اور آپ کی تمام اولاد اور آپ کا پوتا ابوعتیق محمد بن عبدالرحمٰن سب صحابی ہیں۔ (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین)

۶ھ نبوت میں آپ ہجرت کے ارادے سے حبشہ کی طرف نکلے۔ برک الغماد تک جو مکہ سے یمن کی جانب پانچ دن کی راہ ہے، پہنچے تھے کہ قبیلۂ قارہ کا سردار ابن الدغنہ (ربیعہ بن رفیع) ملا۔ اُس نے پوچھا کہ کہاں جا رہے ہو؟ آپ نے جواب دیا کہ میری قوم نے مجھے نکلنے پر مجبور کر دیا۔ میں چاہتا ہوں کہ کہیں الگ جا کر خدا کی عبادت کروں۔ ابن الدغنہ نے کہا "یہ نہیں ہو سکتا کہ آپ سا فیاض، اپنوں سے نیک سلوک کرنے والا، غریب پرور، مہمان نواز اور حوادث حق میں لوگوں کا مددگار مکہ سے نکل جائے، یا نکالا جائے۔ میں آپ کو اپنی حفاظت (جوار) میں لیتا ہوں۔ آپ واپس چلیے اور اپنے شہر میں اپنے پروردگار کی عبادت کیجیے۔ چنانچہ آپ واپس آئے اور ابن الدغنہ آپ کے ساتھ آیا۔ وہ شام کو سردارانِ قریش سے ملا اور ان سے کہا کہ ابوبکر سا شخص نکلنے نہ پائے

اور نہ نکالا جائے۔ کیا تم ایسے شخص کو نکالتے ہو جو فیاض، اپنوں سے نیک سلوک کرنے والا، غریب پرور، مہمان نواز اور حوادث حق میں لوگوں کا مددگار ہے۔ یہ سن کر قریش نے ابن الدغنہ کی جوار کو رد نہ کیا اور اس سے کہا کہ ابوبکر سے کہہ دو کہ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کرے اور نماز میں چپکے سے جو چاہے پڑھے۔ مگر ہمیں ایذا نہ دے اور آواز سے قرآن نہ پڑھے۔ کیونکہ ہمیں ڈر ہے کہ مبادا ہماری عورتوں اور بچوں پر قرآن کا اثر نہ پڑ جائے۔ ابن الدغنہ نے یہی آپ سے ذکر کر دیا۔

آپ نے کچھ مدت یہ پابندی اختیار کی کہ اپنے گھر میں خدا کی عبادت کرتے اور چپکے سے نماز پڑھتے اور گھر کے سوا کسی اور جگہ قرآن نہ پڑھتے۔ بعد ازاں آپ نے اپنے گھر کے پاس ایک مسجد بنا لی جس میں آپ نماز پڑھتے اور قرآن بآواز پڑھتے۔ مشرکین کی عورتیں اور بچے آپ کے گرد جمع ہو جاتے اور تعجب سے آپ کی طرف دیکھتے۔ آپ رقیق القلب تھے۔ قرآن پڑھتے تو بے اختیار روتے۔ آپ کی قراءت اور رقت سے سردارانِ قریش ڈر گئے۔ انہوں نے ابن الدغنہ کو بلا کر کہا کہ ہم نے ابوبکر کو تمہاری جوار کے سبب سے بدیں شرط پناہ دی ہے کہ وہ اپنے گھر میں چپکے سے اپنے رب کی عبادت کرے۔ مگر اس نے خلاف شرط اپنے گھر کے پاس ایک مسجد بنا لی ہے، جس میں وہ بہ آواز بلند نماز و قرآن پڑھتا ہے۔ ہمیں ڈر ہے کہ مبادا ہماری عورتوں اور بچوں پر اس کا اثر پڑے۔ تم اس کو روک دو، ہاں! اگر وہ اپنے گھر کے اندر چپکے سے عبادت کرنا چاہے تو کیا کرے اور اگر بہ آواز قرآن پڑھنے پر اصرار کرے۔ تو تم اُس کی حفاظت کی ذمہ داری واپس لے لو۔ کیونکہ ہمیں یہ پسند نہیں کہ ہم تمہارے عہدِ حفاظت کو توڑ دیں۔ ہم ابوبکر کو قراءت بالجہر کی اجازت نہیں دے سکتے۔ یہ سن کر ابن الدغنہ آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ آپ کو میری جوار کی شرط معلوم ہے۔ آپ اس کی پابندی کریں، ورنہ میری ذمہ داری واپس کر دیں۔ کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ عرب یہ سنیں کہ ایک شخص کی حفاظت کا عہد جو میں نے کیا تھا، وہ توڑ ڈالا گیا۔ آپ نے جواب دیا کہ میں تمہاری جوار تم کو واپس کرتا ہوں اور خدا کی جوار پر راضی ہوں۔[1]

---

[1] صحیح البخاری، باب ہجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ

قصہ مذکورہ بالا سے حضرت ابوبکر صدیق کی بڑی فضیلت ظاہر ہوتی ہے کیونکہ ابتدائے بعثت میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے جن اوصاف ؎ سے رسول اللہ ﷺ کو یاد کیا تھا' ان ہی اوصاف سے ابن الدغنہ نے جو بعد میں ایمان لائے، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یاد کیا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رسول اللہ ﷺ کے پہلے خلیفہ برحق اور مبشر بالجنۃ اور افضل البشر بعد الانبیاء ہیں۔ آپ کے فضائل میں کئی آیتیں وارد ہوئی ہیں۔

(۱) ﴿اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا﴾ الآیہ (توبہ'ع:۶)

اگر تم اس کو مدد نہ دو گے پس تحقیق اللہ نے اس کو مدد دی ہے جس وقت اُس کو نکال دیا تھا کافروں نے۔ دوسرا دو میں کا جس وقت وہ دونوں غار میں تھے۔ جب وہ اپنے رفیق سے کہتا تھا غم مت کھا! تحقیق اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

اس آیت میں بالاتفاق صاحب سے مراد حضرت ابوبکر صدیق ہیں۔ یہ وہ منقبت ہے کہ جس میں کوئی دوسرا صحابی آپ کا شریک نہیں۔

ایک روز رسول اللہ ﷺ نے اپنے شاعر حسان رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ کہ کیا تم نے ابوبکر کی شان میں کچھ کہا ہے؟ حضرت حسان نے عرض کیا کہ ہاں! آنحضرت ﷺ نے فرمایا: سناؤ! میں سنتا ہوں۔ پس حضرت حسان نے یہ شعر پیش کیے۔

وَثَانِيَ اثْنَيْنِ فِي الْغَارِ الْمُنِيْفِ وَقَدْ   طَافَ الْعَدُوُّ بِهٖ اِذْ صَاعَدَ الْجَبَلَا

وہ غار شریف میں دو میں کے دوسرے تھے جس حال میں کہ دشمن پہاڑ پر چڑھ کر ان کے گرد پھرا۔

وَكَانَ حِبُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ قَدْ عَلِمُوْا   مِنَ الْبَرِيَّةِ لَمْ يَعْدِلْ بِهٖ رَجُلَا

وہ رسول اللہ کے محبوب تھے۔ لوگوں کو خوب معلوم ہے کہ رسول اللہ نے خلق میں سے کسی کو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے برابر نہیں فرمایا۔

؎ صحیح البخاری' کتاب التفسیر' تفسیر سورۂ علق

یہ شعر سُن کر رسول اللہ ﷺ ہنس پڑے' یہاں تک کہ آپ کے دندان پیش ظاہر ہوئے اور فرمایا: حسان! تم نے سچ کہا، وہ حقیقت میں ہیں بھی ایسے۔ ؎

(۲) ﴿وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۪ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ؕ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ (نور'ع:۳)

اور قسم نہ کھاویں بڑائی والے تم میں اور کشایش والے اس سے کہ دیویں ناتے والوں کو اور محتاجوں کو اور وطن چھوڑنے والوں کو اللہ کی راہ میں اور چاہیے کہ معاف کریں اور درگزر کریں۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تم کو معاف کردے اور اللہ بخشنے والا ہے مہربان۔

"یہ آیت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں نازل ہوئی ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے۔ موضح القرآن میں ہے کہ" جب طوفان بولنے والے جھوٹے پڑے اور ان کو حد ماری گئی اسی (۸۰) کوڑے۔ جوان میں دو تین مسلمان تھے۔ ایک شخص تھا مسطح ابوبکر صدیق کا بھانجا مفلس۔ یہ اس کی خبر لیتے تھے' رب سے قسم کھائی کہ اُس کو کچھ نہ دوں گا۔ اللہ نے اس کی سفارش کردی کہ وہ تھا مہاجرین سے، اہل بدر سے۔ بڑائی والے کہا صدیق اکبر کو' جوان کی بڑائی نہ مانے، وہ اللہ سے جھگڑے۔ پھر انہوں نے قسم کھائی کہ جو دیتا تھا وہ کبھی بند نہ کروں گا" حکیم سنائی فرماتے ہیں۔

بود چنداں کرامت و فضلش   کہ اولو الفضل خواند ذوالفضلش

صورت و سیرتش ہمہ جاں بود   زاں ز چشم عواں پنہاں بود

روز و شب سال و ماہ ہمہ درکار   ثانی اثنین اذ ہما فی الغار

(۳) ﴿وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ﴾ (زمر'ع:۴)

؎ طبقات الشافعية الكبرى للسبكي' جزء اول' ص: ۱۳۱' زرقانی علی المواہب بحوالہ ابن عدی و ابن عساکر بروایت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہجرة المصطفیٰ واصحابہ الی المدینۃ۔

اور جو لایا سچی بات اور سچ مانا جس نے اس کو وہی لوگ ہیں پرہیزگار۔

اس آیت میں بقول حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ جو سچی بات لائے، وہ نبی ﷺ ہیں اور جس نے تصدیق کی وہ صدیق اکبر ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۴) ﴿وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰى اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى وَلَسَوْفَ يَرْضٰى﴾ (سورۃ اللیل)

اور بچایا جاوے گا اس سے وہ بڑا پرہیزگار جو دیتا ہے اپنا مال پاک ہونے کو اور نہیں کسی کا اس پر احسان کہ بدلہ دیا جائے مگر واسطے چاہنے رضامندی اپنے پروردگار بلند کی اور بے شک وہ آگے راضی ہوگا۔

یہ آیتیں بالاتفاق حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔ ان میں صراحت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق اَتقیٰ ہیں۔ جو اَتقیٰ ہو وہ اللہ کے نزدیک اکرم ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے ﴿اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ﴾ اور جو اکرم ہو وہ افضل ہوتا ہے۔ پس حضرت ابوبکر صدیق باقی امت سے افضل ثابت ہوئے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس طرح اپنا مال راہِ خدا میں خرچ کیا۔ اس کا بیان عنقریب آتا ہے۔

آیات مذکورہ بالا کے سوا اور آیتیں بھی ہیں جو حضرت صدیق اکبر کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔ آپ کی خلافت راشدہ کے ثبوت میں جو آیات وارد ہیں وہ علاوہ ہیں۔ نظر بر اختصار ہم ان کو یہاں نقل نہیں کرتے۔

آیات قرآن کریم کے علاوہ آپ کے مناقب میں احادیث بکثرت آئی ہیں۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: کہ اگر میں خدا کے سوا کسی کو اپنا خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا۔ نیز فرمایا: کہ ہم نے ہر ایک کے احسان کا بدلہ دیا ہے مگر ابوبکر کا احسان ایسا ہے کہ اُس کا بدلہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ دے گا اور یہ بھی فرمایا کہ میرے نزدیک ابوبکر مردوں میں سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ نیز حضرت صدیق سے ارشاد فرمایا: ''اَنْتَ عَتِيْقُ اللّٰهِ مِنَ النَّارِ'' جس کے باعث آپ کا

لقب عتیق ہے اور آنحضرت ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ اے ابوبکر! تم میری امت میں سب سے پہلے بہشت میں داخل ہوگے۔ (وَغَيْرُ ذٰلِكَ)

آپ کے فضائل میں یہ بھی ہے کہ آپ کو ضمنیت کبریٰ حاصل تھی۔ ضمنیت سے مراد یہ ہے کہ ایک ولی دوسرے کے ضمن میں ہو۔ پس جو کمال پہلے کو حاصل ہوتا ہے دوسرا بے اختیار اس میں شریک ہوتا ہے جس طرح بڑی مچھلی چھوٹی مچھلی کو اپنے پیٹ میں لے لیتی ہے۔ جس جگہ وہ سیر کرتی ہے۔ چھوٹی بے اختیار اس سیر میں شریک ہوتی ہے۔ اگر ایک ولی کی ضمنیت دوسرے ولی کو حاصل ہوتو اسے ضمنیت صغرے کہتے ہیں۔ جس ولی کو رسول اللہ ﷺ کی ضمنیت حاصل ہوا اُسے ضمنیت کبریٰ بولتے ہیں۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق کو ضمنیت کبریٰ حاصل تھی۔ اسی واسطے آنحضرت ﷺ نے فرمایا ''مَا صَبَّ اللّٰهُ فِيْ صَدْرِيْ اِلَّا صَبَبْتُهٗ فِيْ صَدْرِ اَبِيْ بَكْرٍ''[1] یعنی حقائق ومعارف میں سے جو کچھ اللہ تعالیٰ نے میرے سینہ میں ڈالا ہے وہی میں نے ابوبکر کے سینہ میں ڈال دیا۔

آنچہ بود از بارگاہِ کبریا — ریخت در صدر شریف مصطفا
آن ہمہ در سینہ صدیق ریخت — لاجرم تابود زو تحقیق ریخت

آپ سفر وحضر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہے ہیں اور تمام غزوات میں حضور انور بابی ھو و امی کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ ہجرت کے وقت آپ غار میں ثانی اور بدر کے دن عریش میں ثانی اور موت کے بعد قبر میں بھی ثانی ہیں۔

علم وشجاعت:

آپ کے اخلاق حمیدہ میں سے بعضے اوصاف کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ نظر بر اختصار صرف چند جزئیات اور پیش کی جاتی ہیں۔

حضرت ابوسعید خدری کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (وفات شریف سے پانچ روز پیشتر جمعرات کے دن نماز ظہر کے بعد) لوگوں میں خطبہ دیا اور فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو دنیا

[1] مکتوبات قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ

اور ماعنداللہ (جو کچھ اللہ کے پاس ہے) میں اختیار عطا فرمایا۔ اس بندے نے ماعنداللہ کو اختیار کیا۔ یہ سُن کر حضرت ابوبکر رو پڑے، ہمیں ان کے رونے پر تعجب ہوا کہ رسول اللہ ﷺ تو ایک بندے کی خبر دے رہے ہیں جس کو اختیار دیا گیا ہے (یہ رونے کی کیا بات ہے) مگر ابوبکر ہم میں "اَعْلَمُ" تھے۔ وہ سمجھ گئے کہ وہ بندہ خود رسول اللہ ﷺ ہیں۔ پھر آنحضرت ﷺ نے فرمایا: کہ لوگوں میں مجھ پر سب سے زیادہ جان و مال صرف کرنے والوں میں ابوبکر ہیں۔ اگر میں اپنے پروردگار کے سوا کسی اور کو اپنا خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا۔ لیکن اخوت ومحبت اسلام باقی ہے۔ مسجد کے رُخ ابوبکر کے دریچہ کے سوا کوئی دریچہ غیر مسدود نہ رہنے پائے۔ [1]

امام فخر الدین رازی یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے آیہ ﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ﴾ صحابہ کرام کو سنائی تو وہ خوش ہوئے اور انہوں نے اظہار مسرت کیا۔ مگر حضرت ابوبکر رو پڑے۔ ان سے رونے کا سبب دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ یہ آیت رسول اللہ ﷺ کی وفات شریف کے قرب پر دلالت کرتی ہے۔ کیونکہ کمال کے بعد زوال ہی ہوا کرتا ہے۔ اس سے حضرت ابوبکر صدیق کا کمال علم معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ اس آیت سے اس سِرّ پر آپ کے سوا کوئی صحابی واقف نہ ہوا۔ [2]

جمادی الاولیٰ ۸ ھ میں جنگ موتہ میں مشرکین روم وعرب نے حضرت زید بن حارثہ کو شہید کر دیا تھا۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ نے اپنے مرض موت میں رومیوں سے جہاد کرنے اور حضرت زید کا بدلہ لینے کے لیے ایک لشکر تیار کیا۔ جس میں اعیان مہاجرین وانصار صدیق اکبر، فاروق اعظم، ابوعبیدہ بن جراح، سعد بن ابی وقاص، سعید بن زید، قتادہ بن نعمان، سلمہ بن اسلم وغیرہ شامل تھے۔ اور حضرت اسامہ بن زید کو اس لشکر کا سردار مقرر کیا اور اپنے دست مبارک سے

[1] صحیح بخاری، باب قول النبی ﷺ سدوا الابواب الا باب ابی بکر

[2] تفسیر کبیر، جزء ثالث، تحت الیوم اکملت لکم الآیہ

حضرت اسامہ کے لیے جھنڈا تیار فرمایا۔ پنجشنبہ کے دن ۸ ربیع الاول [1] کو آپ نے حضرت ابوبکر صدیق کو بلا کر خلیفۂ نماز مقرر فرمایا۔ چنانچہ وفات شریف تک وہی نماز پڑھاتے رہے۔ متعینان لشکر مدینہ منورہ سے تین میل کے فاصلہ پر مقام جرف میں جمع ہوئے اور کوچ کرنے کو ہی تھے کہ حضور ﷺ کا وصال شریف ہو گیا۔ اس لیے وہ لشکر واپس مدینہ منورہ میں آ گیا۔ اسی اثناء میں خبر لگی کہ عرب کے کئی قبیلے دین اسلام سے پھر گئے ہیں اور بعضوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا ہے۔ بنابریں بعض اصحاب نے حضرت صدیق اکبر سے عرض کیا کہ ایسی حالت میں ایسے لشکر جرار کا دور دراز مہم پر بھیجنا خلافِ مصلحت ہے۔ حضرت صدیق اکبر نے جواب دیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے خلاف نہیں کر سکتا۔ آپ نے حضرت اسامہ کی اجازت سے حضرت عمر فاروق کو مشورہ کے لیے اپنے پاس رکھ لیا۔ غرض کہ وہ لشکر بسر کردگی اسامہ ملک شام کو روانہ ہو گیا اور مظفر ومنصور واپس آیا۔

آپ نے لشکر اسامہ کی روانگی کے ساتھ ہی مرتدین سے جہاد کا حکم دیا۔ یہ مرتدین عرب کے مختلف مقامات میں تھے۔ آپ نے سرایا بھیج کر ان سب کو زیر کیا اور ان کے ارتداد کا انسداد کیا۔ اسی طرح منکرین زکوٰۃ کے ساتھ بھی جہاد کی تیاری کی گئی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ آپ لوگوں سے کیسے قتال کریں گے، حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔

اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی یَقُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَمَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ عَصِمَ مِنِّیْ مَالَهٗ وَنَفْسَهٗ اِلَّا بِحَقِّهٖ وَحِسَابُهٗ عَلَی اللّٰهِ (مشکوٰۃ، کتاب الزکوٰۃ)

مجھے حکم دیا گیا کہ میں لوگوں سے قتال کروں یہاں تک کہ کہیں لا الٰہ الا اللہ جس نے لا الٰہ الا اللہ کہہ دیا، اس نے مجھ سے اپنا مال اور جان بچا لی مگر بحق اسلام (دیت، قصاص، وغیرہ) اور اس کا حساب خدا پر ہے۔

یہ سن کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: خدا کی قسم! میں ضرور جہاد کروں گا ان لوگوں سے جنہوں نے نماز و زکوٰۃ کے درمیان فرق کیا۔ کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے۔ خدا کی قسم!

[1] یہ تاریخ بنا بر قول جمہور ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا وصال شریف ۱۲ ربیع الاول کو تھا۔

اگروہ بزغالۂ یک سالہ جو رسول اللہ ﷺ کو یاد کرتے تھے، مجھے نہ دیں۔ تو میں ان کے منع پر ضرور ان سے قتال کروں گا۔ حضرت عمر فاروق نے فرمایا: خدا کی قسم! اس حجت میں میں نے دیکھ لیا کہ اللہ تعالیٰ نے ابوبکر کو قتال کے لیے شرح صدر عطا فرمایا ہے۔ پس میں نے پہچان لیا کہ قتال ہی حق ہے"۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر فاروق نے کہا اے خلیفۂ رسول اللہ! لوگوں سے موافقت کیجیے اور ان کے ساتھ نرمی کیجیے۔ یہ سن کر حضرت صدیق اکبر نے جواب دیا۔ "اَجَبَّارٌ فِی الْجَاهِلِيَّةِ وَخَوَّارٌ فِی الْاِسْلَامِ" کیا آپ امر جاہلیت میں جبار وقہار اور کاروبار اسلام میں سست بنتے ہیں۔ [۱]

بعض روایات میں وارد ہے کہ دیگر صحابۂ کرام حتیٰ کہ حضرت مولیٰ علی مرتضیٰ نے بھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جہاد سے منع کیا اور کہا کہ عہد خلافت کا آغاز ہے اور مخالفین کی جماعت کثیر ہے۔ ایسا نہ ہو کہ کارخانۂ اسلام میں کوئی خلل وفتور واقع ہو۔ توقف وتاخیر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ مگر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ میں جہاد سے نہیں رک سکتا۔ اگر تمام لوگ ایک طرف ہو جائیں تو میں تنہا جہاد کروں گا۔ آخر کار صحابۂ کرام نے آپ سے اتفاق کیا اور کامیابی کے ساتھ جہاد کیا۔

جود وسخاوت:

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام لاتے ہی اپنا مال جو چالیس ہزار درھم تھے آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں پیش کر دیا۔ چنانچہ وہ مال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اور حضور انور کے حکم سے مسلمانوں پر صرف ہوتا رہا۔ آپ نے سات [۲] مرد وزن کو جو غلامی کے سبب سے کفار کے ہاتھ سے سخت بدنی تکلیفیں اٹھا رہے تھے، بھاری داموں پر خرید کر آزاد کر دیا۔ ہجرت مدینہ تک تیرہ سال میں جو کچھ آپ نے تجارت سے کمایا۔ وہ بھی اعانت اسلام میں کام آیا۔ جب

[۱] مشکوٰۃ، باب فی مناقب ابی بکر الصدیق

[۲] یعنی حضرات: بلال حبشی، عامر بن فہیرہ، زنیرہ، رومیہ، نہدیہ، دختر نہدیہ، ابو عمیس، کنیز بنی موصل رضی اللہ تعالیٰ عنہم

ہجرت کا وقت آیا تو اس وقت پانچ ہزار درہم آپ کے پاس تھے۔ وہ مہم ہجرت اور زمینِ مسجد کی خرید اور دیگر وجوہ خیرات میں صرف ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے۔ "مَانَفَعَنِیْ اَحَدٌ قَطُّ مَا نَفَعَنِیْ مَالُ اَبِیْ بَکْرٍ" مجھے کسی کے مال نے وہ نفع نہیں دیا جو ابوبکر کے مال نے دیا۔

وجہ یہ کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور ابو طالب وعبد المطلب کا مال جو آنحضرت ﷺ کے خرچ میں آیا۔ وہ فقط خوراک وپوشاک اور صلہ رحم ومہمان نوازی اور محتاجوں کی خبر گیری کے لیے تھا اور صدیق اکبر کا مال شوکت اسلام کی زیادتی اور کفار کے ہاتھ سے مسلمانوں کی خلاصی اور ضعفائے اہل اسلام کی اعانت میں کام آیا۔ ان ہر دو مصارف میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔

جب حضرت صدیق اکبر کا مال تمام خرچ ہو گیا اور ان پر فقر نے غلبہ پایا تو ایک روز بجائے کرتہ کے کمبل کو ایک خلال سے مربوط کر کے گلے میں ڈال کر آنحضرت ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوئے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور پوچھا کہ یا محمد! باوجود اس قدر مالداری کے ابوبکر کا کیا حال ہو گیا ہے کہ فقیری کا لباس پہنے بیٹھا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جواب دیا کہ اس نے اپنا تمام مال مجھ پر اور راہ خدا میں خرچ کر دیا اور مفلس ہو گیا ہے۔ حضرت جبرئیل نے عرض کیا کہ خدا تعالیٰ نے ابوبکر کو سلام بھیجا ہے اور ان سے دریافت فرماتا ہے کہ بتاؤ! اس فقر میں تم مجھ سے راضی ہو یا کچھ کدورت رکھتے ہو؟ یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق پر وجد کی حالت طاری ہو گئی اور جواب میں عرض کیا کہ میں اپنے پروردگار سے کس قسم کی کدورت رکھ سکتا ہوں؟ اور بار بار یوں نعرہ مارتے تھے۔ "اَنَا عَنْ رَّبِّیْ رَاضٍ اَنَا عَنْ رَّبِّیْ رَاضٍ" (میں اپنے رب سے راضی ہوں، میں اپنے رب سے راضی ہوں) [۱]

حضرت عمر فاروق کا بیان ہے کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ راہِ خدا میں صدقہ دو۔ اتفاقاً اس وقت میرے پاس بہت سامان تھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر ممکن ہو تو میں آج ابوبکر سے سبقت لے جاؤں گا، پس میں اپنا آدھا مال لایا۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے پوچھا کہ تم

[۱] تفسیر عزیزی وغیرہ

اپنے اہل وعیال کے لیے کتنا مال چھوڑ آئے ہو میں نے عرض کیا کہ آدھا چھوڑ آیا ہوں۔ حضرت ابوبکر اپنا تمام مال جو ان کے پاس تھا' لے آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے جو پوچھا کہ تم اپنے اہل وعیال کے لیے کتنا چھوڑ آئے ہو؟ تو انہوں نے عرض کیا' فقط خدا اور رسول کو چھوڑ آیا ہوں (یعنی فضل خدا و اعانت رسول میرے واسطے کافی ہے) یہ سن کر میں نے کہا کہ میں کبھی ابوبکر سے سبقت نہیں لے جا سکتا۔ ۱؎ القصہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اجود الصحابہ تھے۔

تقویٰ وتواضع:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ حضرت ابوبکر کا ایک غلام تھا۔ وہ کما کر لاتا' آپ اس میں سے کھالیا کرتے تھے۔ ایک دن وہ کوئی چیز لایا' آپ نے اس میں سے کھالیا۔ اس نے کہا کہ میں نے جاہلیت میں ایک شخص کو بطور کاہن غیب کی خبر دی تھی' آج وہ مجھے مل گیا تھا۔ اس نے کہانت کے بدلے مجھے کچھ ہدیہ دیا تھا۔ آپ نے اسی میں سے کھایا ہے۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر نے اپنا ہاتھ منہ میں ڈال کر جو کچھ کھایا تھا' قے کر دیا۔ ۲؎

عبدالرزاق نے بروایت ابن سیرین نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے چند اصحاب ایک پانی پر اُترے ہوئے تھے۔ حضرت نعیمان بن عمرو انصاری پانی والوں سے کہا کرتے تھے کہ آئندہ ایسا ہوگا۔ وہ حضرت نعیمان کے پاس دودھ اور کھانا لاتے۔ جسے آپ اپنے ساتھیوں کے پاس بھیج دیا کرتے۔ حضرت ابوبکر صدیق کو خبر لگی تو فرمایا کہ "میں دیکھتا ہوں کہ میں اس دن سے نعیمان کی کہانت سے کھاتا ہوں" یہ فرما کر جو کچھ پیٹ میں تھا' قے کر دیا۔ ۳؎

تاریخ کامل ابن اثیر میں لکھا ہے کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کا وقت آیا۔ تو آپ نے اپنی صاحبزادی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ جب سے ہم مسلمانوں کے امور کے متکفل ہوئے ہیں۔ ہم نے ان کا درہم و دینار نہیں لیا۔ ہاں! ان کا نیم

۱؎ مشکوٰۃ' باب فی مناقب ابی بکر الصدیق
۲؎ صحیح بخاری' باب ایام الجاہلیہ
۳؎ اصابہ' ترجمہ نعیمان بن عمرو انصاری

کوفتہ طعام کھایا ہے اور موٹے کپڑے پہنے ہیں۔ اب ہمارے پاس مسلمانوں کے مال میں سے سوائے اس غلام' اس اونٹ اور اس چادر کے کچھ نہیں ہے۔ جب میں مرجاؤں تو اس تمام کو حضرت عمر کے پاس بھیج دیجیو۔ جب آپ نے وفات پائی تو حضرت صدیقہ نے وصیت پر عمل کیا۔ حضرت فاروق یہ دیکھ کر رو پڑے۔ یہاں تک کہ آپ کے آنسو زمین پر ٹپک پڑے' آپ بار بار فرماتے۔ رَحِمَ اللّٰہُ اَبَابَکْرٍ لَقَدْ اَتْعَبَ مَنْ بَعْدَہٗ (خدا ابوبکر پر رحم کرے! انہوں نے بے شک اپنے جانشینوں کو مشقت میں ڈال دیا) پھر حکم دیا کہ یہ سب لے لیا جائے۔ اس پر حضرت عبدالرحمن بن عوف نے حضرت فاروق اعظم سے کہا۔ سبحان اللہ! آپ ابوبکر کے عیال سے غلام اور آبکش اونٹ اور پرانی چادر جس کی قیمت پانچ درہم ہیں۔ چھین رہے ہیں' کاش! آپ واپس کر دیں۔ یہ سن کر حضرت عمر فاروق نے فرمایا: "قسم ہے اس ذات کی جس نے حضرت محمد مصطفی ﷺ کو بھیجا ہے' یہ میرے اختیار میں نہیں ہے۔

کہتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ کی بیوی نے حلوا کھانا چاہا۔ آپ نے فرمایا کہ ہمارے پاس وہ چیز نہیں جس سے حلوا خرید لیں۔ بیوی نے جواب دیا کہ چند روز میں اپنے نفقہ میں سے اس قدر بچا لوں گی کہ جس سے حلوا خریدا جائے۔ آپ نے فرمایا کہ بچالو! بیوی نے ایسا ہی کیا اور بہت سے دنوں میں تھوڑی سی بچت ہوئی۔ جب بیوی نے آپ کو بچت کی اطلاع دی تا کہ اس سے حلوا خرید لیں۔ تو آپ نے اس بچت کو لے کر بیت المال میں داخل کر دیا اور فرمایا کہ یہ ہمارے نفقہ سے زائد ہے اور اپنے نفقہ میں سے اتنا ساقط کر دیا جتنا کہ بیوی نے روزانہ خرچ میں کمی کی تھی اور مقدار زائد کو بیت المال میں بھیج دیا۔ قسم بخدا! کہ یہ غایت درجہ کا تقویٰ ہے۔ جس سے زیادہ نہیں ہوسکتا۔ صحابہ کرام نے بجا کیا کہ آپ کو اپنا سردار و خلیفہ بنایا۔

حضرت صدیق اکبر کا مکان مقام سُنح ۱؎ میں آپ کی زوجہ حبیبہ بنت خارجہ خزرجیہ کے پاس

۱؎ یہ مقام مدینہ منورہ کے ایک طرف واقع تھا اور اس کے اور رسول اللہ ﷺ کے دولتخانہ کے درمیان ایک میل کا فاصلہ تھا۔

تھا۔آپ نے بیعت خلافت کے بعد چھ مہینے وہیں قیام رکھا۔آپ وہاں سے مدینہ میں پیدل آتے اور بعض وقت گھوڑے پر سوار ہوتے اور تہ بند اور پھٹی پرانی چادر اوڑھتے اور لوگوں کو نماز پڑھاتے۔ آپ تاجر تھے۔ ہر روز خرید وفروخت کے لیے بازار جاتے۔آپ کے پاس بکریوں کا گلہ تھا۔ جسے بعض وقت آپ خود چراتے اور بعض وقت کوئی اور چراتا۔آپ اپنے قبیلہ کی بکریوں کا دودھ دوھ دیا کرتے تھے۔ جب آپ کو خلافت مل گئی تو قبیلہ کی ایک لڑکی نے کہا کہ ابو بکر اب ہمارے گھر کی بکریوں کا دوھ نہ دُہے گا۔آپ نے جو یہ سنا تو فرمایا: کہ مجھے اپنی زندگی کی قسم! میں تمہاری بکریوں کا دودھ ضرور دوھ دیا کروں گا۔ مجھے امید ہے کہ خلافت سے میرے خُلق سابق میں کچھ تغیر پیدا نہ ہوگا۔ چنانچہ آپ بدستور سابق ان کی بکریوں کا دودھ دوھ دیا کرتے تھے۔

خلافت صدیقی میں حضرت عمر فاروق رات کو مدینہ منورہ کے بعض اطراف میں ایک اندھی بڑھیا کے ہاں پانی وغیرہ لانے کے خیال سے حاضر ہوتے۔ مگر اس کے سب کام تیار پاتے۔ان کو تلاش ہوئی کہ اس کا کام مجھ سے پہلے کون کر جاتا ہے ؟ معلوم ہوا کہ حضرت صدیق اکبر کر جاتے ہیں۔

بیعت خلافت سے چھ ماہ بعد آپ نے مدینہ منورہ میں سکونت اختیار کی اور فرمایا: کہ میری قوم کو معلوم ہے کہ میں (کپڑے کی) تجارت کرتا تھا۔ جس سے میرے اہل وعیال کا گزارہ ہوتا تھا۔ اب امور مسلمین میرے متعلق ہو گئے۔ ظاہر ہے کہ تجارت کے ساتھ امور خلافت انجام نہیں پا سکتے۔ان کے لیے فارغ البالی اور توجہ درکار ہے۔ اس لیے ابو بکر کے اہل وعیال وتابعین بیت المال میں سے کھائیں گے۔[1] اس واسطے آپ نے تجارت کو چھوڑ دیا اور بیت المال سے نفقہ لینے لگے جو آپ کے لیے اور آپ کے اہل وعیال اور حج وعمرہ کے لیے کفایت کرتا۔ صحابۂ کرام نے جو آپ کے لیے معین کیا وہ چھ ہزار درہم سالانہ تھے۔ اور کہا گیا ہے کہ آپ کا کفاف معین کیا تھا۔ جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو وصیت کی کہ میری زمین بیچ دی جائے اور اس کی قیمت اس

[1] مشکوٰۃ' بحوالہ صحیح بخاری' باب رزق الولاۃ

نفقہ کے عوض میں صرف کر دی جائے جو میں نے مسلمانوں کے مال میں سے لیا ہے۔

آپ پہلے حاکم ہیں جن کے لیے رعیت نے نفقہ معین کیا اور پہلے حاکم ہیں جن کو خلیفہ کہا گیا اور پہلے خلیفہ ہیں جن کو ان کے والد بزرگوار کی زندگی میں خلافت ملی اور پہلے شخص ہیں جنہوں نے مصحفِ قرآن کو مصحف کہا۔

اتباع سنت:

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سنت رسول اللہ ﷺ کے اتباع کا کمال شوق تھا 'اس کا اندازہ اس گفتگو سے لگ سکتا ہے جو وفات شریف سے چند گھنٹے پیشتر آپ کے اور آپ کی صاحبزادی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے درمیان ہوئی۔ اور وہ یہ ہے[1]

صدیق اکبر: تم نے پیغمبر خدا ﷺ کو کتنے کپڑوں میں دفن کیا؟

صدیقہ: موضع سحول کے تین سفید کپڑوں میں جن میں نہ قمیص تھی نہ عمامہ

صدیق اکبر: رسول اللہ ﷺ نے کس دن وفات پائی؟

صدیقہ: دوشنبہ کے دن

صدیق اکبر: آج کونسا دن ہے؟

صدیقہ: دوشنبہ

صدیق اکبر: مجھے توقع ہے کہ میری موت اس وقت اور رات کے درمیان ہوگی (اپنے بدن کے کپڑے پر زعفران کا نشان دیکھ کر) میرے اس کپڑے کو دھوڈالنا اور اس پر دو نئے کپڑے اور زیادہ کرنا اور مجھے ان دونوں قسموں میں کفنا دینا۔

صدیقہ: یہ کپڑا تو پرانا ہے۔

صدیق اکبر: زندہ مردے کی نسبت نئے کا زیادہ استحقاق رکھتا ہے۔ یہ تو صرف پیپ کے لیے ہے۔ حضرت صدیق اکبر کا سوال حضور سید المرسلین ﷺ کے کفن و یوم وفات شریف کی نسبت اس

[1] صحیح بخاری' کتاب الجنائز' باب موت یوم الاثنین

واسطے تھا۔ کہ آپ کی آرزو تھی کہ کفن و یوم وفات میں بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی موافقت نصیب ہو۔ حیات میں تو حضور انور ﷺ کا اتباع تھا ہی۔ وہ ممات میں بھی آپ ہی کا اتباع چاہتے تھے۔ اللہ! اللہ! یہ اتباع کیوں نہ ہو صدیق اکبر تھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ فرماتے ہیں کہ جس امر پر رسول اللہ ﷺ عمل کیا کرتے تھے' میں اُسے کیے بغیر نہیں چھوڑتا۔ اگر میں حضور ﷺ کے حال سے کسی امر کو چھوڑ دوں' تو مجھے ڈر ہے کہ سنت سے منحرف ہو جاؤں گا۔[1]

کرامات وخوارق:

آپ کی کرامتوں میں جو مجھے معلوم ہوئیں وہ ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

(۱) حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر کا بیان ہے کہ ایک روز پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا کہ جس کے ہاں دو شخصوں کا کھانا ہو وہ تیسرے کو اصحاب صفہ میں سے اپنے ساتھ لے جائے اور جس کے ہاں تین کا کھانا ہو وہ چوتھے کو لے جائے اور جس کے ہاں چار کا کھانا ہو وہ پانچویں کو یا چھٹے کو بھی لے جائے۔ اس طرح آنحضرت ﷺ اصحاب صفہ میں سے دس کو اپنے ہاں لے گئے اور حضرت ابوبکر تین کو لے گئے اور ان کو گھر چھوڑ آئے۔ آپ نے شام کا کھانا آنحضرت ﷺ کے ہاں کھایا اور وہیں ٹھہرے رہے۔ یہاں تک حضور اکرم ﷺ کے ساتھ عشا پڑھی اور رات کا ایک حصہ گزرنے پر گھر واپس آئے۔ آپ کی بیوی (ام رومان) نے پوچھا کہ آپ نے اپنے مہمانوں کی خبر کیوں نہ لی؟۔ فرمایا: کہ تو نے ان کو کھانا نہیں کھلایا؟ اُس نے کہا کہ کھانا ان پر پیش کیا گیا اور ہر چند کہا گیا کہ تناول فرمایئے۔ مگر انہوں نے انکار کر دیا اور کہا کہ جب تک ابوبکر نہ آئیں' ہم نہیں کھائیں گے۔ یہ سن کر آپ خفا ہوئے اور مجھے سخت سُست کہا اور فرمایا کہ میں اسے نہیں کھانے کا۔ آپ کی بیوی نے کہا کہ میں بھی نہ کھاؤں گی۔ مہمانوں نے کہا کہ جب تک گھر والے نہ کھائیں گے' ہم بھی نہ کھائیں گے۔ آخر حضرت ابوبکر نے اس سے ایک لقمہ کھایا۔ پھر باقی سب نے پیٹ بھر کر کھایا۔ وہ لقمہ جو اٹھاتے تھے' کھانا اس کے نیچے سے اور زیادہ ہو جاتا تھا۔ اخیر میں حضرت ابوبکر نے جو نگاہ کی تو کیا دیکھتے ہیں

[1] نسیم الریاض' بحوالہ ابوداؤد و بخاری

کہ کھانا اتنا ہی ہے جتنا شروع میں تھا یا اس سے بھی زیادہ ہے۔ آپ نے اپنی بیوی سے کہا اے بنو فراس کی بہن! یہ کیا معاملہ ہے؟ وہ بولی کہ مجھے اپنے قرۃ عین کی قسم کہ کھانا اب پہلے سے تگنا ہے۔ بعد ازاں آپ نے وہ کھانا پیغمبر خدا ﷺ کے ہاں بھیج دیا اور وہ صبح تک حضور کے ہاں رہا ایک قوم سے ہمارا عہد تھا۔ اس کی میعاد گزر چکی تھی' وہ مدینہ میں آ گئے۔ ہم نے ان میں سے بارہ اشخاص کو انکے عریف بنایا۔ ہر ایک عریف کے ماتحت اشخاص تھے جن کی تعداد خدا کو معلوم ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ہر ایک عریف کے ہاتھ اس کھانے میں سے اس کے اصحاب کا حصہ بھیج دیا۔ اس طرح اس لشکر نے سیر ہو کر کھایا۔[1] یہ تکثیر طعام حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامت اور رسول اللہ ﷺ کا معجزہ تھا۔

حضرت عروہ بن زبیر سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان کیا کہ حضرت ابوبکر صدیق نے مجھے عوالی مدینہ کے ایک گاؤں میں اپنے مال سے کھجور کے درخت عطا کیے۔ جن سے ایک فصل میں بیس وسق [2] کھجوریں اترتی تھیں جب آپ کی وفات کا وقت آیا تو فرمایا: اے پیاری بیٹی! اللہ کی قسم مجھے اپنے بعد وارثوں میں تیری نسبت کسی کی دولتمندی پسند نہیں اور نہ تیری نسبت کسی کا فقر مجھے زیادہ ناگوار ہے۔ میں نے تجھے اپنے مال میں سے بیس وسق آمدنی والے کھجور کے درخت ہبہ کیے تھے۔ اگر تو ان پر قبضہ کر لیتی تو وہ تیری ملک ہو جاتے۔ وہ آج وارثوں کا مال ہیں اور وہ وارث (علاوہ تیرے) تیرے دونوں بھائی اور دونوں بہنیں ہیں۔ تم ان کو کتاب اللہ کے مطابق تقسیم کر لینا' یہ سن کر حضرت عائشہ نے جواب دیا۔ ابا جان! اللہ کی قسم اگر وہ مال موہوب اس سے بھی زیادہ ہوتا تو میں اسے چھوڑ دیتی۔ (آپ نے دو بہنوں کا ذکر کیا) میری بہن تو فقط اسماء ہے۔ دوسری کون ہے؟ فرمایا کہ (حبیبہ) بنت خارجہ کے پیٹ میں جو بچہ ہے وہ

[1] صحیح بخاری' کتاب الادب' باب قول الضیف لصاحبہ لا آکل حتی تاکل۔ نیز کتاب المناقب' باب علامات النبوۃ فی الاسلام اور کتاب مواقیت الصلوٰۃ' باب السمر مع الاہل والضیف۔

[2] ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے اور ایک صاع قریباً ساڑھے تین سیر پختہ ہوتا ہے۔

میرے گمان میں لڑکی ہے۔ چنانچہ بنت خارجہ نے لڑکی جنی۔ [1]

استیعاب ابن عبدالبر میں ہے کہ حضرت ابوبکر نے فرمایا: کہ میرے دل میں القاء ہوا ہے کہ جو بنت خارجہ کے شکم میں ہے، وہ لڑکی ہے۔ چنانچہ آپ کی وفات کے بعد لڑکی ہی پیدا ہوئی۔ جس کا نام حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اُم کلثوم رکھا........اس روایت میں حضرت ابوبکر صدیق کی دو کرامتیں مذکور ہیں۔ ایک تو یہ کہ آپ نے خبر دی کہ میری موت اس مرض میں ہوگی۔ کیونکہ آپ نے فرمایا کہ وہ آج وارثوں کا مال ہیں۔ دوسری یہ کہ آپ نے بتا دیا کہ میری اہلیہ حبیبہ کے بطن سے لڑکی پیدا ہوگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ یہ دونوں کرامتیں از قبیل اخبار بالمغیبات ہیں۔

(۳) امام مستغفری رحمہ اللہ تعالیٰ نے بالاسناد روایت کی کہ حضرت جابر بن عبداللہ نے بیان کیا کہ حضرت ابوبکر صدیق نے وصیت کی تھی کہ میں جب مر جاؤں تو مجھے اس حجرے کے دروازے میں لے جائیو! جس میں رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک ہے اور دروازہ کھٹکھٹائیو! اگر دروازہ کھل جائے تو مجھے اس میں دفن کر دیجیو! حضرت جابر کا قول ہے کہ ہم آپ کا جنازہ وہاں لے گئے اور دروازہ کھٹکھٹایا اور کہا کہ یہ ابوبکر ہیں۔ ان کی آرزو تھی کہ پیغمبر خدا ﷺ کے پاس دفن کیے جائیں اس پر دروازہ کھل گیا۔ ہمیں معلوم نہیں کہ کس نے کھولا اور آواز آئی کہ اندر لے آؤ اور عزت و تعظیم سے دفن کر دو۔ ہمیں آواز دینے والا کوئی نظر نہیں آیا۔ [2]

(۴) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضرت ابوبکر نے وفات پائی تو بعضوں نے کہا کہ ہم ان کو شہیدوں میں دفن کریں گے۔ دوسروں نے کہا کہ ہم بقیع میں لے جائیں گے۔ میں نے کہا کہ میں ان کو اپنے حبیب کے پاس دفن کروں گی۔ ہم اسی اختلاف میں

[1] موطا امام محمد، باب النحلی

[2] نفحات الانس نولکشوری، ص: ۱۷ اخطیب بغدادی نے یہی مضمون بروایت حضرت عائشہ صدیقہ سے نقل کیا ہے (خصائص کبریٰ للسیوطی، جزء ثانی، ص: ۲۸۱)

تھے کہ مجھ پر نیند نے غلبہ کیا، میں نے سنا کہ کوئی کہہ رہا ہے ﴿ضُمُّوْا الْحَبِيْبَ اِلَى الْحَبِيْبِ﴾ یعنی حبیب کو حبیب کے پاس پہنچا دو۔ جب میری آنکھ کھلی تو معلوم ہوا کہ سب نے اس آواز کو سن لیا، یہاں تک کہ مسجد میں لوگوں نے بھی سنا۔ [1]

(۵) ابو محمد شبنکی کا بیان ہے کہ شیخنا ابوبکر بن ہوار رضی اللہ تعالیٰ عنہ بطائح (واسط و بصرہ کے درمیان) میں رہزنی کیا کرتے تھے۔ اور اس کام میں آپ کے اور رفیق بھی تھے۔ مگر آپ سرگروہ تھے۔ مسافروں کا مال لوٹ کر باہم تقسیم کر لیا کرتے تھے۔ ایک رات آپ نے سنا کہ ایک عورت اپنے شوہر سے کہہ رہی ہے کہ یہیں ٹھہر جاؤ۔ ''مبادا ابن ہوار'' اور اس کے اصحاب ہم کو نہ پکڑ لیں۔ یہ سن کر آپ رو پڑے، کہنے لگے کہ لوگ مجھ سے ڈرتے ہیں اور میں اللہ سے نہیں ڈرتا۔ آپ نے اسی وقت توبہ کی۔ آپ کے ساتھ آپ کے اصحاب بھی تائب ہوئے۔ بعد ازاں آپ صدق و اخلاص کے ساتھ اپنے پروردگار کی طرف متوجہ ہوئے اور آپ کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اپنے تئیں کسی ایسے شخص کے سپرد کریں جو خدا تک پہنچا دے۔ ان ایام میں عراق میں اہل طریقت میں سے کوئی مشہور شیخ موجود نہ تھا۔ آپ نے خواب میں رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیکھا اور عرض کیا کہ رسول اللہ! مجھے خرقہ پہنائیے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اے ابن ہوار! میں تیرا نبی ہوں اور یہ تیرے شیخ ہیں اور صدیق اکبر کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: اے ابوبکر! اپنے ہمنام ابن ہوار کو خرقہ پہناؤ۔ جیسا کہ میں نے حکم دیا ہے۔ پس حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابن ہوار کو پیراہن اور کلاہ پہنائی اور اپنا مبارک ہاتھ ان کے سر اور پیشانی پر پھیرا اور کہا ''بَارَکَ اللّٰهُ فِيْکَ'' اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ابن ہوار سے یوں فرمایا۔

''اے ابوبکر! تجھ سے عراق میں میری امت کے اہل طریقت کی مردہ سنتیں زندہ ہوں گی اور ارباب حقائق و دوستان خدا کی منزلوں کے مٹے ہوئے نشانات قائم ہو جائیں گے اور عراق میں مشیخت قیامت تک تجھ میں رہے گی۔ تیرے ظہور سے عنایت باری تعالیٰ کی نرم ہوائیں چلنی شروع ہوگئی ہیں اور

[1] شواہد النبوت مولانا جامی نولکشوری، ص: ۱۵۰

تیرے قیام سے عنایت ایزدی کی ٹھنڈی ہوائیں چھوڑ دی گئی ہیں''۔ جب ابن ہوار بیدار ہوئے تو وہی پیراہن اور کلاہ اپنے اوپر موجود پائی۔ آپ کے سر پر جو چھوڑے تھے وہ سب ناپدید ہوگئے۔ آفاق میں گویا یہ ندا کردی گئی ''ابن ہوار اللہ تعالیٰ تک پہنچ گئے'' پس چاروں طرف سے خلق خدا آپ کی طرف متوجہ ہوئی اور قرب الٰہی کی علامتیں ظاہر ہوگئیں۔ راوی (ابومحمد) کا قول ہے کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا' آپ بطیحہ میں اکیلے رہتے اور شیر آپ کے گرد ہوتے۔ بعضے شیر آپ کے قدموں پر لوٹتے۔ ۱؎

وفات:

جب آپ کی وفات کا وقت آیا تو صحابۂ کرام عیادت کو آئے اور عرض کرنے لگے کہ ہم کسی طبیب کو بلاتے ہیں جو آپ کو دیکھے۔ آپ نے فرمایا: کہ طبیب نے مجھے دیکھ لیا ہے۔ انہوں نے پوچھا کہ اس نے کیا کہا؟ فرمایا: کہ اس نے یوں کہا ہے ﴿إِنِّيْ فَعَّالٌ لِّمَا أُرِيْدُ﴾ (میں کرنے والا ہوں جو چاہتا ہوں)

آپ نے سہ شنبہ کی رات مغرب وعشا کے درمیان ۲۲ جمادی الاخریٰ ۱۳ھ میں تریسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی اور صبح ہونے سے پیشتر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے میں رسول اللہ ﷺ کے پہلو میں دفن ہوئے۔ آپ کی خلافت دو سال تین مہینے اور آٹھ دن رہی۔ اس قلیل عرصہ میں یمامہ' اطراف عراق اور ملک شام کے بعض شہر فتح ہوئے۔ مسیلمہ کذاب مارا گیا اور قرآن مجید ایک مصحف میں جمع کیا گیا۔

کلمات قدسیہ

(۱) جب حضرت ابوبکر صدیق خلیفہ ہوئے تو آپ نے خطبہ دیا' جس میں خدا کی مناسب حمد وثنا کے بعد فرمایا: ''امابعد! اے لوگو! میں تمہارا حاکم بنایا گیا حالانکہ تم سے بہترین نہیں ہوں۔ اگر میں نیکی کروں تو تم میری مدد کرو اور اگر بدی کروں تو مجھے سیدھا کرو۔ صدق امانت ہے اور

۱؎ بہجۃ الاسرار' للشطنوفی' مطبوعہ مصر' ص:۱۳۳

کذب خیانت۔ تم میں سے جو ضعیف ہے وہ میرے نزدیک قوی ہے' میں اسے اس کا حق دلا کر چھوڑوں گا ان شاء اللہ۔ جو قوم جہاد فی سبیل اللہ چھوڑ دیتی ہے، خدا اس پر ذلت نازل کرتا ہے اور جس قوم میں کوئی برائی شائع ہو جاتی ہے خدا ان سب پر بلا بھیجتا ہے۔ تم میری اطاعت کرو جب تک کہ میں خدا اور رسول کی اطاعت کروں۔ پس جب میں خدا اور رسول کی نافرمانی کروں تو میری اطاعت تم پر واجب نہیں''۔ (سیرت ابن ہشام)

(۲) یوسف بن محمد کا بیان ہے کہ مجھے خبر پہنچی کہ حضرت ابوبکر نے مرض موت میں وصیت کی اور حضرت عثمان سے کہا کہ لکھیے! بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ وہ ہے جس کی وصیت ابوقحافہ کے بیٹے نے دنیا سے جانے اور آخرت میں داخل ہوتے ہوئے ایسے وقت میں کی جب کہ کاذب سچ بولتا ہے اور خائن امانت ادا کرتا ہے اور کافر ایمان لاتا ہے۔ (مضمون وصیت یہ) کہ میں نے اپنے بعد عمر بن خطاب کو خلیفہ بنایا ہے۔ اگر وہ عدل کرے تو یہ میرا اس کی نسبت گمان اور توقع ہے اور اگر جور وستم کرے تو میں غیب دان نہیں۔ اور ہر شخص کے لیے سزا ہے اُس گناہ کی جو اس نے کیا اور ظلم کرنے والے عنقریب معلوم کریں گے کہ وہ کس کروٹ الٹتے ہیں۔ (سورۃ الشعراء اخیر آیات)

(۳) آپ نے ایک پرندے کو درخت پر بیٹھے ہوئے دیکھ کر فرمایا ''اے پرندے خوش رہو۔ اللہ کی قسم! کاش! میں تیرے مانند ہوتا کہ تو درخت پر بیٹھتا ہے پھل کھاتا ہے' پھر اڑ جاتا ہے اور تجھ پر کوئی حساب وعذاب نہیں۔ خدا کی قسم! کاش! میں بجائے انسان ہونے کے راستے کی ایک طرف کا درخت ہوتا۔ کوئی اونٹ میرے پاس سے گزرتا' وہ پکڑ کر مجھے اپنے منہ میں ٹھونس لیتا۔ پھر چبا کر نگل جاتا۔ بعد ازاں مینگنیوں کی شکل میں نکال دیتا۔

(۴) جب لوگ آپ کی مدح کرتے تو آپ یوں کہتے۔ خدایا! تو میرا حال میری نسبت بہتر جانتا ہے اور میں اپنا حال ان کی نسبت بہتر جانتا ہوں۔ خدایا! تو مجھے بہتر بنادے اس سے جو وہ گمان کرتے ہیں اور میرے گناہ بخش دے جوان کو معلوم نہیں اور جو وہ کہتے ہیں اس پر مجھے گرفت نہ کر۔

(۵) جب آپ ایسا کھانا کھاتے جس میں شبہ ہوتا اور پھر آپ کو اس کا علم ہو جاتا تو آپ

اسے قی کر کے پیٹ سے نکال دیتے اور یوں دعا کرتے ''خدایا! جو کچھ رگوں نے پی لیا اور انتڑیوں کے ساتھ مل گیا اس پر مجھے مواخذہ نہ کر''۔

(۶) فرماتے کہ جب بندے میں کسی زینتِ دنیا پر ناز آ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس بندے کو دشمن رکھتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اس زینت کو چھوڑ دے۔

(۷) فرماتے، اے گروہ مردم! خدا سے حیا کرو۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، جب میں قضائے حاجت کے لیے جنگل میں جاتا ہوں تو خدا سے حیاء میں مارے اپنا سر ڈھانپ لیتا ہوں۔

(۸) امام نسائی نے اسلم (غلام عمر فاروق) سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر نے حضرت ابوبکر صدیق کو دیکھا کہ اپنی زبان کو ہاتھ سے پکڑے ہوئے فرما رہے ہیں کہ اسی نے مجھے ہلاکت کی جگہوں میں ڈال دیا ہے[1]

(۹) آپ کے صاحبزادے عبدالرحمٰن اپنے ہمسایہ سے جھگڑ رہے تھے۔ آپ ان کے پاس سے گزرے تو فرمایا: کہ اپنے ہمسایہ سے نہ جھگڑو! کیوں کہ نیکی رہ جائے گی اور لوگ چلے جائیں گے۔

(۱۰) جب آپ کی اونٹنی کی مہار گر پڑتی تو اسے بٹھا کر خود اٹھا لیتے۔ حاضرین عرض کرتے کہ آپ نے ہمیں کیوں نہ حکم دیا۔ آپ جواب دیتے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا ہے کہ لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کرنا۔

(۱۱) آپ جب کسی شخص کو صبر کی نصیحت کرتے تو فرماتے، کہ صبر کے ساتھ کوئی مصیبت نہیں اور بے صبری سے کوئی فائدہ نہیں۔ موت اپنے مابعد سے آسان اور ماقبل سے سخت ہے۔

(۱۲) جب آپ نے حضرت خالد بن ولید کو مرتدین کی طرف جہاد کرنے کے لیے بھیجا تو فرمایا کہ موت کا حریص بن، تجھے حیات عطا ہوگی۔

(۱۳) جب آپ کو خبر ملی کہ اہل فارس نے پرویز کی لڑکی کو اپنا حکمران بنالیا ہے تو فرمایا: کہ وہ لوگ ذلیل ہو گئے، جنہوں نے اپنی حکومت ایک عورت کے ہاتھ میں دے دی۔

[1] مشکوٰۃ بحوالہ امام مالک، باب حفظ اللسان من الغیبۃ والشتم

(۱۴) تجھ پر خدا کی طرف سے جاسوس ہیں جو تمہیں دیکھتے ہیں۔

(۱۵) لوگوں میں خدا کا سب سے زیادہ فرمانبردار وہ بندہ ہے جو گناہ کا سب سے زیادہ دشمن ہو۔

(۱۶) قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میرے نزدیک اپنے خویش واقرباء کی نسبت رسول اللہ ﷺ کے خویش واقرباء سے محبت وسلوک رکھنا پسندیدہ تر ہے۔

(۱۷) اُس قول میں کوئی خوبی نہیں جس سے رضائے خدا مراد نہ ہو اور اس مال میں کوئی خوبی نہیں جو راہ خدا میں خرچ نہ کیا جائے اور اس شخص میں کوئی خوبی نہیں جس کی جہالت اس کے حلم پر غالب ہو اور اس شخص میں کوئی خوبی نہیں جو ملامت کرنے والے سے ڈرتا ہو۔

(۱۸) ابوصالح کا بیان ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق کے عہد میں یمن کے لوگ آئے اور انہوں نے قرآن شریف سنا، تو رونے لگے۔ یہ دیکھ کر حضرت صدیق اکبر نے فرمایا: کہ ہم بھی اس طرح رویا کرتے تھے۔ پھر ہمارے دل سخت ہو گئے۔ حافظ ابونعیم اصفہانی نے کہا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ان کے دل اللہ تعالیٰ کی معرفت سے قوی اور مطمئن ہو گئے۔

(۱۹) ادراک کے حاصل کرنے سے عاجز آنا ادراک ہے۔

(۲۰) اللہ تعالیٰ تیرے باطن کا حال دیکھ رہا ہے، جیسا کہ ظاہر کا حال دیکھ رہا ہے۔

(۲۱) اللہ رحم کرے اس مرد پر جس نے اپنی جان سے اپنے بھائی کی مدد کی۔

(۲۲) تو اپنے تئیں جاہلیت کی غیبت سے دور رکھ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے غیبت جاہلیت کو اور اہل غیبت کو دشمن رکھا ہے۔

(۲۳) جب تجھ سے کوئی نیکی فوت ہو جائے تو اس کا تدارک کر اور اگر کوئی بدی تجھے آگھیرے تو اس سے بچ جا۔

(۲۴) ہم ایک حرام میں پڑنے کے خوف سے ستر حلال کو چھوڑ دیا کرتے تھے۔

(۲۵) جو شخص بغیر توشہ کے قبر میں گیا، اس نے گویا بغیر کشتی کے سمندر میں سفر کیا۔

(۲۶) آیہ ﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ﴾ (ظاہر ہو گیا فساد جنگل اور سمندر میں) (رومؑ ع:۵) کی تاویل میں آپ کا قول ہے کہ جنگل سے مراد زبان اور سمندر سے مراد قلب ہے۔ جب زبان خراب ہو جاتی ہے تو انسان اس پر روتے ہیں۔ جب دل خراب ہو جاتا ہے تو اس پر فرشتے روتے ہیں۔

(۲۷) شہوت کے سبب سے بادشاہ غلام بن جاتے ہیں اور صبر سے غلام بادشاہ بن جاتے ہیں۔ حضرت یوسف و زلیخا کے قصہ پر غور کرو۔

(۲۸) جس شخص نے گناہوں کو ترک کیا اس کا دل نرم ہو گیا اور جس نے حرام کو ترک کیا اس کا فکر و اندیشہ صاف ہو گیا۔

(۲۹) سب سے کامل عقل اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی اتباع اور اس کے غضب سے بچنا ہے۔

(۳۰) عاقل کے لیے کوئی مسافرت نہیں اور جاہل کے لیے کوئی وطن نہیں۔

(۳۱) تین چیزیں ہیں جس شخص میں وہ ہوں گی اس کو نقصان دیں گی۔ نافرمانی، عہد شکنی، مکر۔

(۳۲) تین چیزیں تین چیزوں سے حاصل نہیں ہوتیں۔ دولتمندی آرزوؤں سے، جوانی خضاب سے اور..........

(۳۳) جس شخص میں یہ چار خصلتیں ہوں، وہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں میں سے ہے۔ توبہ کرنے والے سے خوش ہو۔ گنہگار کے لیے مغفرت طلب کرے۔ مصیبت زدہ کے لیے دعا کرے۔ احسان کرنے والے کی مدد کرے۔

(۳۴) چار چیزیں چار چیزوں سے تمام و کامل ہو جاتی ہیں۔ ''نماز'' سجدۂ سہو سے۔ ''روزہ'' صدقۂ فطر سے۔ ''حج'' فدیہ سے اور ایمان حیاء سے۔

(۳۵) تاریکیاں پانچ ہیں اور ان کے چراغ نیک عمل ہے۔ پل صراط تاریکی ہے اور اس کا چراغ تقویٰ ہے۔ گناہ تاریکی ہے اور اس کا چراغ توبہ ہے۔ قبر تاریکی ہے اور اس کا چراغ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے۔ آخرت تاریکی ہے اور اس کا چراغ نیک عمل ہے۔ پل صراط تاریکی ہے اور اس کا

چراغ یقین ہے۔

(۳۶) ابلیس تیرے آگے کھڑا ہے اور نفس تیرے دائیں طرف اور خواہشِ نفسانی بائیں طرف اور دنیا تیرے پیچھے اور اعضا تیرے گرد اور جبار جل جلالہ تیرے اوپر ہے۔ ابلیس تو تجھے ترکِ دین کی طرف بلا رہا ہے اور نفس معصیت کی طرف اور خواہش نفسانی، شہوتوں کی طرف اور دنیا آخرت کو چھوڑ کر اسے اختیار کرنے کی طرف اور اعضاء گناہوں کی طرف اور حضرت جبار جل جلالہ جنت و مغفرت کی طرف بلا رہا ہے۔ پس جس نے ابلیس کی سنی اس کا دین جاتا رہا۔ جس نے نفس کی سنی اس کی روح جاتی رہی۔ جس نے ہوائے نفس کی سنی اس کی عقل جاتی رہی۔ جس نے دنیا کی سنی اس سے آخرت جاتی رہی۔ جس نے اعضاء کی سنی اس سے بہشت جاتا رہا۔ جس نے اللہ تعالیٰ کی سنی اس سے تمام برائی جاتی رہی اور اس نے تمام نیکی کو حاصل کر لیا۔

(۳۷) بخیل کا مال سات حالتوں میں سے ایک سے خالی نہیں ہوتا۔ وہ مر جائے گا اور اس کا وارث ایسا شخص ہو گا جو اس کے مال کو فضول خرچی سے اڑا دے گا اور اطاعت خدا کے سوا کسی اور کام میں خرچ کرے گا۔ یا اللہ تعالیٰ اس پر کسی جابر شخص کو مسلط کر دے گا جس سے وہ اپنے مال کو ضائع کر دے گا یا اسے گھر یا عمارت (جس کا انجام خرابی ہے) کے بنانے کا خیال آ جائے گا اور اس کا مال صرف ہو جائے گا۔ یا اس کو حوادث دنیا میں سے کوئی حادثہ پیش آ جائے گا جیسا کہ جل جانا یا غرق ہو جانا یا چوری ہو جانا یا مثل ان کے کوئی اور حادثہ۔ یا اس کو کوئی مرض دائمی عارض ہو جائے گی جس کے سبب سے وہ اپنے مال کو دواؤں میں خرچ کرے گا۔ یا وہ اپنے مال کو کسی جگہ دفن کر کے بھول جائے گا اور نہ پائے گا۔

(۳۸) آٹھ چیزیں آٹھ چیزوں کی زینت ہیں۔ پرہیزگاری زینت ہے فقر کی، شکر زینت ہے دولتمندی کی، صبر زینت ہے بلا کی، تواضع زینت ہے شرف و بزرگی کی، حلم زینت ہے عالم کی، فروتنی و عاجزی زینت ہے طالب علم کی۔ احسان نہ جتانا زینت ہے احسان کی اور خشوع زینت ہے نماز کی۔

منقبت خلیفۂ اوّل سیدنا ابوبکر صدیقؓ

بیاں ہو کس زباں سے مرتبہ صدیق اکبر کا
ہے یار غار محبوب خدا صدیق اکبر کا

الٰہی رحم فرما خادم صدیق اکبر ہوں
تری رحمت کے صدقے واسطہ صدیق اکبر کا

رسل اور انبیاء کے بعد جو افضل ہو عالم سے
یہ عالم میں ہے کس کا مرتبہ صدیق اکبر کا

نبی اور خدا ہے مدح گو صدیق اکبر کا
نبی صدیق اکبر کا خدا صدیق اکبر کا

خدا اکرام فرماتا ہے اَتْقٰی کہہ کے قرآن میں
کریں پھر کیوں نہ اکرام اتقیاء صدیق اکبر کا

ہوئے فاروق و عثمان و علی جب داخل بیعت
بنا فخر سلاسل سلسلہ صدیق اکبر کا

علی ہیں ان کے دشمن اور وہ دشمن علی کا ہے
جو دشمن عقل کا دشمن ہوا صدیق اکبر کا

لُٹایا راہ حق میں گھر کئی بار اس محبت سے
کہ لٹ لٹ کے حسن گھر بن گیا صدیق اکبر کا

حسن رضا بریلوی